امام احمد رضا قادری بریلوی

علّامۃ الہند مولانا معین الدّین اجمیری

قدس سرہما

رضا اکیڈمی لاہور

اولیاء اللہ کے ایصالِ ثواب کے لیے مقرّر کردہ

ذبیحہ حلال ہے

(دو فتوے)

امام احمد رضا قادری بریلوی
علّامۃ الہند مولانا معین الدّین اجمیری
قدس سرہما

رضا اکیڈمی لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر ۶۱

نام کتاب .... ذبیحہ حلال ہے

تصنیف .... امام احمد رضا بریلوی
پیش لفظ 86350 محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی۔
ناشر .... رضا اکیڈمی

کمپوزنگ .... ایم یو کمپوزنگ ایسوسی ایٹس دربار مارکیٹ لاہور

مطبع .... احمد سجاد آرٹ پریس موہنی روڈ لاہور

ہدیہ .... دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور

عطیات بھیجنے کے لیے

رضا اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر ۹۳۸/۳۸ حبیب بنک

وسن پورہ برانچ لاہور

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات ......۵ روپے......

کے ٹکٹ ارسال کریں

ملنے کا پتہ

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ مسجد رضا محبوب روڈ چاہ میراں، لاہور پاکستان

کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰ فون نمبر ۲۵۰۴۴۰

فہرست

پُل سے اُتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پَر بچھائیں تو پَر کو خبر نہ ہو

کانٹا مرے جگر سے غمِ روزگار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

فریاد اُمّتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیرِ بشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر نہ ہو

کہتی تھی یہ براق سے اسکی سبک روی
یوں جائیے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

فرماتے ہیں یہ دونوں ہیں سردارِ دو جہاں
اے مرتضیٰ عتیق و عُمر کو خبر نہ ہو
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ایسا گُما دے اُن کی وِلا میں خدا ہمیں
ڈھونڈا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

آ دل حرم کو روکنے والوں سے چھپکے آج
یوں اُٹھ چلیں کہ پہلو و بر کو خبر نہ ہو

طیرِ حرم ہیں یہ کہیں رشتہ بپا نہ ہوں
یوں دیکھئے کہ تارِ نظر کو خبر نہ ہو

اے خارِ طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دِل میں آکہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

اے شوقِ دِل یہ سجدہ گر اُن کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

اُن کے سوا رضا کوئی حامی نہیں جہاں
گزرا کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ہ

عامۃ المسلمین میں سے بعض لوگ بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لئے جانور پالتے ہیں تاکہ ختم شریف کے موقع پر اُسے ذبح کیا جائے، پوچھنے پر کہہ دیتے ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کے نام کا جانور ہے، غیر مقلدین اور دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے کہتے ہیں کہ وُہ جانور حرام ہوگیا اور حرام بھی ایسا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا، علماءِ اہلسنت کا موقف یہ ہے کہ جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ذبح کرتا ہے اور اسی کے لئے جانور کا خون بہاتا ہے اور اسی کی رضا کے لئے گوشت پکا کر بندگانِ خدا کو کھلاتا ہے اور اس سارے عمل کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے حرام قرار دیا جائے۔

اس مسئلے پر اس وقت چند رسائل راقم کے پیشِ نظر ہیں، جن میں اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

(۱) سُبُلُ الْاَصْفِیَاءِ فِیْ حُکْمِ الذَّبْحِ لِلْاَوْلِیَاءِ (۱۳۱۲ھ) تصنیف امام احمد رضا بریلوی مطبوعہ نورانی بکڈپو، جمشید پور، انڈیا (۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء)

(۲) قلمی فتویٰ : از علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری

اس کا مختصر تعارف آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس وقت یہ دونوں فتوے ہدیۂ قارئین کئے جارہے ہیں

(۳) اِعْلَاءُ کَلِمَۃِ اللّٰہِ فِیْ بَیَانِ مَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ ۔ از حضرت مہر ولایت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی۔ شائع کردہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف (۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)

(۴) تَصْرِیْحُ الْمَقَالِ فِیْ حَلِّ اَمْرِ الْاِہْلَالِ : از غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی اجمیری کتب خانہ، ملتان (۱۹۵۸ء)

مخالفین اپنی تائید میں تفسیر عزیزی کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ وَمَآ اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کی تفسیر میں وہی کچھ کہا ہے جو ہم کہتے ہیں۔

اس سلسلے میں چند امور قابلِ توجہ ہیں :

(۱) تمام مستند مفسرین نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ جس جانور کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے، شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نے بھی اس آیت کا یہی ترجمہ کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَمَآ اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ۔ (البقرہ ۲ : آیت ۱۷۳)

اس کا ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس طرح کیا ہے۔

وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا (فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن)

اور وہ جانور جس کے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا جائے۔

اسی طرح سورۂ مائدہ آیت ۳ اور سورۂ نحل آیت ۱۱۵ کا بھی ایسا ہی ترجمہ کیا ہے جب آیت کریمہ کا یہ ترجمہ ہے تو یہ فتویٰ کسی طرح درست نہیں ہوسکتا کہ جس جانور کی نسبت کسی بزرگ کی طرف کر دی گئی ہو تو وہ حرام ہے اگرچہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیا جائے۔

(۲) شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی، صاحب تفسیر مجددی معروف بہ تفسیر رؤفی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں سے تھے[ۂ] اور حضرت

ۂ انہوں نے اپنا شجرۂ نسب اس طرح بیان کیا ہے : رؤف احمد بن شعور احمد بن محمد مشرف بن رضی الدین بن زین العابدین بن محمد یحییٰ بن مجدد الف ثانی (تفسیر رؤفی ج ۱ ص ۴)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے تفسیر عزیزی کی اس عبارت ہی کو الحاقی قرار دیا ہے، اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، مخالفین، حق وصداقت کے چھپانے اور اپنے باطل عقائد کو فروغ دینے کے لئے ایسی کارروائیاں کرتے رہے ہیں۔

حکیم سید محمود احمد برکاتی (کراچی) لکھتے ہیں:-

شاہ (ولی اللہ) صاحب کے ساتھ تو ابتدا ہی سے یہ معاملہ روا رکھا گیا ہے، ان کی کئی کتابوں (تاویل الاحادیث، ہمعات، عقد الجید وغیرہ) میں حذف و الحاق کیا گیا، اس کے علاوہ ان کی طرف بر سبیل غلط مستقل چھ کتابیں منسوب کر دی گئیں۔

(۱) قرۃ العین فی ابطال شہادۃ الحسنین (۲) جنۃ العالیہ فی مناقب المعاویہ۔
(۳) البلاغ المبین (۴) تحفۃ الموحدین (۵) اشارۂ مستمرہ (۶) قول سدید۔

شاہ صاحب کے اخلاف کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا، شاہ عبد العزیز کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کے طبع ہوتے ہی اس میں الحاقات کئے گئے جو شاہ صاحب کے مسلک سے متضاد تھے، شاہ صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں ان سے برات ظاہر کی اور اسے الحاق قرار دیا۔[1]

القول الجلی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مستند او رمصدقہ سوانح حیات ہے عرصۂ دراز تک اسے پردۂ خفا میں رکھا گیا اور اسے شائع کرنے سے گریز کیا گیا، کیونکہ پروپیگنڈے اور خود ساختہ تاریخ کی بنیاد پر شاہ صاحب کو جس مسلک کا نمائندہ بنا کر پیش کیا گیا تھا یہ کتاب اس کی نفی کرتی تھی، لیکن حق بھی کبھی چھپانے سے چھپا ہے، وہ تو کسی نہ کسی وقت ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔

---

[1] محمود احمد برکاتی، حکیم سید: القول الجلی کی بازیافت، رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۱ء ص ۳۶-۳۵

حکیم سید محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں :

اب تک ہمارے ذہن میں شاہ صاحب کی جو تصویر تھی وہ اس تصویر سے بہت مختلف ہے جو القول الجلی کے آئینے میں نظر آتی ہے اور اب تک ہم شاہ صاحب کو جس مسلک فقہی کا ترجمان اور داعی سمجھتے تھے یہ تحریریں اس سے مختلف ہیں۔[1]

اب اصل مطلب کی طرف آئیے۔ شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی فرماتے ہیں :

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۔ اور جو جانور ذبح کیا جاوے بنام غیر خدا۔

معلوم ہووے کہ اکثر لوگوں کو اس آیت کی معنی میں مفسدوں کے بہکانے سے شک پڑتا ہے، سو ہم یہاں اس کی تفصیل احقاق الحق (کتاب کا نام ۲اق ن) میں سے کئی تفسیروں کی عبارت کے ترجمہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے جلالین، تفسیر حسینی، تفسیر بیضاوی، کشاف، مدارک، تفسیر جامع البیان، تفسیر دُرِّ منثور، معالم التنزیل اور تفسیر احمدی کی عبارتیں ترجمہ سمیت نقل کی ہیں۔ ان تمام تفسیروں میں آیت مبارکہ کا وہی مطلب بیان کیا گیا جو شاہ رؤف احمد نے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے جو کچھ لکھا ہے توجہ اور چشم حیرت سے پڑھنے کے لائق ہے۔ فرماتے ہیں :

جاننا چاہئے کہ تفسیر فتح العزیز میں کسی عدو نے الحاق کر دیا ہے اور یوں لکھا ہے کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے منسوب کیا ہو تو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتی اور غیر کے نام کی تاثیر اس میں ایسی ہو گئی ہے کہ اللہ کے نام کا اثر ذبح کے وقت حلال کرنے کے واسطے بالکل نہیں ہوتا،

[1] محمود احمد برکاتی، حکیم سید: القول الجلی کی بازیافت، رضا اکیڈمی، لاہور (۱۹۹۱ء) ص ۴۴

ہوتا، سو یہ بات کسی نے ملادی ہے۔

خود مولانا و مرشدنا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کبھی ایسا، سب مفسرین کے خلاف نہ لکھیں گے، اور ان کے مرشد اور استاد اور والد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے فوز الکبیر فی اصول التفسیر میں مَا اُھِلَّ کا معنی مَاذُبِحَ لکھا ہے، یعنی ذبح کرتے وقت جس جانور پر بُت کا نام لیوے سو حرام ہے اور مُردار کے جیسا ہے، اور بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کیا سو کیونکر حرام ہوتا ہے۔

بعضے نادان تو حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مولد شریف کی نیاز حضرت پیرانِ پیر کی نیاز اور ہر ایک شہداء اولیاء کی نیاز فاتحہ کے کھانے کو بھی حرام کہتے ہیں اور یہ آیت دلیل لاتے ہیں کہ غیر خدا کا نام جس پر لیا گیا سو حرام ہے۔ واہ واہ! کیا عقل ہے ایسا کہتے ہیں اور پھر جا کر نیاز فاتحہ کا کھانا بھی کھاتے ہیں۔[1]

اب تو وہ بنیاد ہی ختم ہو گئی جس پر وسیع و عریض عمارت تعمیر کی گئی تھی۔

(۳) غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی نے تفسیر عزیزی اور فتاویٰ عزیزی کی داخلی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نزدیک وہی جانور حرام ہے جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، محض کسی بزرگ کی نسبت کر دینے سے جانور حرام نہیں ہو جاتا۔ ذیل میں علامہ کاظمی کے رسالۂ مبارکہ تصریح المقال فی حل امر الاھلال سے اس بحث کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

---

[1] رؤف احمد نقشبندی مجددی، شاہ: تفسیر رؤفی (مطبع فتح الکریم، بمبئی ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء) ج ۱ ص ۱۳۵؛ نوٹ: تفسیر رؤفی دو جلدوں میں ہے اور اس کا قدیم نسخہ بیت القرآن، عقب عجائب گھر، لاہور میں موجود ہے ۱۲ شرف

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں انواعِ شرک کے تحت مشرکین کے چند فرقے شمار کئے ہیں، ان میں سے چوتھا فرقہ پیر پرستوں کا ہے، اس کے متعلق محدث دہلوی نے فرمایا: چوتھا گروہ پیر پرست ہے۔ جب کوئی بزرگ کمالِ ریاضت اور مجاہدہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول دعاؤں اور مقبول شفاعت والا ہو کر اس جہان سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کی روح کو بڑی قوت و وسعت حاصل ہو جاتی ہے، جو شخص اس کے تصور کو واسطۂ فیض بنالے یا اس کے اُٹھنے بیٹھنے کی جگہ یا اس کی قبر پر سجدہ اور تذلل تام کرے (اس جگہ اصل عبارت یہ ہے)

یا در مکانِ نشست و برخاست او، یا بر گورِ او سجود و تذلیل تام نماید

تو اس بزرگ کی روح وسعت اور اطلاق کے سبب (خود بخود) اس پر مطلع ہو جاتی ہے اور اس کے حق میں دنیا اور آخرت میں شفاعت کرتی ہے[1]

یہ گروہ واقعی مشرک تھا جو قبروں پر تذلل تام کے ساتھ سجدہ کرتا تھا، علامہ شامی فرماتے ہیں:۔

اَلْعِبَادَةُ عِبَارَةٌ عَنِ الْخُضُوْعِ وَالتَّذَلُّلِ[2]

خضوع اور تذلل (تام) کو عبادت کہتے ہیں۔

آج کل کے خوارج کی ستم ظریفی ہے کہ وہ اولیاء اللہ کے عقیدتمند اہل سنت وجماعت کو پیر پرست قرار دے کر مشرک قرار دیتے ہیں، حالانکہ عامۃ المسلمین عبادت اور انتہائی تعظیم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مانتے ہیں کسی دوسرے کے لئے نہیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا روئے سخن اُس گروہِ مشرکین کی طرف ہے، ان کا طریقہ یہ تھا کہ جانور کی جان دینے کی نذر شیخ سدو وغیرہ کے لئے مانتے اور اس کی تشہیر کرتے تھے

---

[1] عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ: تفسیر عزیزی، سورۃ البقرہ (لال کنواں دہلی) ص ۱۲۷

[2] ابن عابدین شامی، علامہ: ردّ المحتار (مصطفٰے البابی مصر) جلد ۲، ص ۲۵۷

پھر اسی نیت کے تحت شیخ سدو وغیرہ کے لئے خون بہانے کی نیت سے اسے ذبح کرتے تھے، ظاہر ہے کہ یہ ذبیحہ کسی طرح حلال نہیں ہو سکتا، کم فہم لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضرت شاہ صاحب نے محض کسی بزرگ کی طرف نسبت کرنے کی بناپر ان جانوروں کو حرام قرار دیا ہے، حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے اور شاہ صاحب پر بہتان صریح ہے

شاہ صاحب نے تفسیر عزیزی میں اپنے موقف کی وضاحت کے لئے تین دلیلیں پیش کی ہیں۔

پہلی دلیل: یہ حدیث ہے۔ مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، ملعون ہے جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا۔ اس حدیث میں صراحۃً لفظ ذبح مذکور ہے۔

دوسری دلیل عقلی ہے، اس میں یہ تصریح ہے۔" وجانِ ایں جانور ازاں غیر قرارداده کشتہ اند" اس جانور کی جان غیر کی ملک قرار دے کر اس جانور کو ذبح کیا ہے اس عبارت میں دو باتیں ہیں (۱) جانور کی جان غیر کے لئے مملوک قرار دی (۲) اس کو ذبح کیا، صاف ظاہر ہے کہ اس جانور میں اس لئے خُبث پیدا ہوا کہ اسے غیر کے لئے ذبح کیا گیا ہے۔

تیسری دلیل: تفسیر نیشا پوری کی ایک عبارت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی جانور ذبح کیا اور اس کے ذبح سے غیر اللہ کا تقرب (بطور عبادت) مقصود ہو تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔

اس عبارت میں بھی غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے ذبح کا ذکر ہے، ثابت ہوا کہ شاہ صاحب محض کسی اللہ تعالیٰ کے بندے کی نسبت کے مشہور کر دینے کو حرمت کا سبب قرار نہیں دیتے بلکہ ان کے نزدیک غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے سے جانور حرام ہوتا ہے اور یہی تمام امت مسلمہ کا عقیدہ ہے

حضرت شاہ صاحب نے اُهِلَّ کا ترجمہ اگرچہ اصل لُغت کے اعتبار سے یہ کیا ہے کہ آواز دی گئی ہو اور شہرت دی گئی ہو، لیکن اس سے ان کی مراد وہی شہرت ہے جس پر ذبح

واقع ہو، چنانچہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ میں وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ، بِهٖ، لِغَيْرِ اللّٰهِ سے پہلے ہے جب کہ سورۂ مائدہ، انعام اور نحل میں لِغَيْرِ اللّٰهِ پہلے ہے اور بِهٖ مؤخر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ باء فعل کو متعدی کرنے کے لئے ہے اور اصل یہ ہے کہ باء فعل کے ساتھ متصل ہو اور دوسرے متعلقات سے پہلے ہو، اس جگہ تو باء اپنے اصل کے مطابق لائی گئی ہے، دوسری جگہوں میں اس چیز کو پہلے لایا گیا ہے جو جائے انکار ہے۔

پس ذبح بقصد غیر اللہ مقدم آمدہ[1]

لہذا غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے آیا ہے

اب اگر اُهِلَّ سے مراد ذبح نہیں ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ سورۂ بقرہ کے علاوہ باقی سورتوں میں غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے ہے، حالانکہ باقی سورتوں میں بھی ذبح کا ذکر نہیں ہے بلکہ اُهِلَّ ہی کا ذکر ہے۔ ثابت ہوا کہ خود شاہ صاحب کے نزدیک لِغَيْرِ اللّٰهِ کا مرادی معنی غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا ہی ہے۔

مزید تائید کے لئے شاہ صاحب کی ایک اور تحریر ملاحظہ ہو، سوال یہ ہے کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے حلال ہے یا حرام؟ اس کے جواب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ذبیحہ کی حلت اور حرمت کا دارومدار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہے اگر تقرب الی اللہ کی نیت سے یا اپنے کھانے کے لئے یا تجارت اور دوسرے جائز کاموں کے لئے ذبح کرے تو حلال ہے ورنہ حرام ہے[2]

غور فرمائیں کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے کو انہوں نے حرام نہیں

---

[1] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تفسیر عزیزی، البقرہ: ص ۶۱۱

[2] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: فتاویٰ عزیزی، فارسی (مجتبائی، دہلی ۱۳۲۲ھ) ج ۱: ص ۲۱

کہا اگر محض تشہیر اور نذر لغیر اللہ موجبِ حرمت ہوتی تو صاف کہہ دیتے کہ حرام ہے یوں نہ کہتے کہ ذبح کرنے والے کی نیت اور قصد پر دار و مدار ہے۔

یہ خلاصہ ہے حضرت غزالئ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی تحقیق کا، یاد رہے کہ یہ گفتگو اس وقت ہے جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ عبارات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ہیں، اور اگر ان عبارات کو الحاقی قرار دیا جائے جیسے کہ حضرت شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی نے فرمایا ہے تو پھر اس گفتگو کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

ذیل میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتاویٰ سے ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے جو اس مسئلے کے سمجھنے میں مدد دے گا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

حاجت برآری کے لئے جو اولیاء کرام کی نذر معمول اور مروّج ہے، اکثر فقہاء اس کی حقیقت تک نہیں پہنچے، اسے اللہ تعالیٰ کی نذر پر قیاس کر کے شقوں کے ساتھ جواب دیا ہے کہ اگر نذر مستقل طور پر اس ولی کے لئے ہے تو باطل ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ولی کا ذکر مصرف کے بیان کے لئے ہے تو صحیح ہے،

لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ اس نذر میں کھانا کھلانے، خرچ کرنے اور مال صرف کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچانا اپنے ذمہ لازم کیا جاتا ہے، اور یہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسے کہ حضرت اُمّ سعد وغیرہ کا حال صحیحین میں وارد ہے۔ پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اتنی مقدار کا ثواب فلاں کی روح کو پہنچانا مقصود ہے، اور ولی کا ذکر عملِ منذور کی تعیین کے لئے ہے (یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانا مقصود ہے ۱۲ ق ن) نہ کہ مصرف بیان کرنے کے لئے، نذر ماننے والوں کے نزدیک اس نذر کا مصرف

اس ولی کے متوسّلین ہوتے ہیں مثلاً رشتے دار، خدام اور پیر بھائی وغیرہ، بلا شبہ نذر ماننے والوں کا مقصد یہی ہوتا ہے، اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے، اسے پورا کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ ایسی عبادت ہے جو شریعت میں معتبر ہے۔

ہاں اگر اس ولی کو مستقل طور پر مشکلات کا حل کرنے والا یا شفیع غالب اعتقاد کریں تو یہ عقیدہ شرک اور فساد تک پہنچا دے گا، لیکن یہ عقیدہ الگ چیز ہے اور نذر دوسری چیز[۱]

چشمِ انصاف سے دیکھئے! عامۃ المسلمین جب یہ کہتے ہیں کہ یہ بکرا سیدنا غوث اعظم کے نام کا ہے تو ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے لئے اور اُسی کا نام لے کر ذبح کیا جائے گا اس کا گوشت بندگانِ خدا کو کھلا کر ثواب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پُر فتوح کو پہنچایا جائے گا، اس عمل سے بکرا کیوں حرام ہو جائے گا؟ اور وہ شخص کیوں مشرک ہو جائے گا؟ شاہ صاحب تو فرماتے ہیں کہ اگر ایسی نذر مانی گئی تو وہ نذر صحیح ہے اور اسے پورا کرنا واجب ہے۔

حضرت عالمگیر کے استاذ اور مشہور درسی کتاب نور الانوار کے مصنف حضرت ملّا جیون آیت مبارکہ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے تحت فرماتے ہیں:

وَمِنْ هٰهُنَا عُلِمَ اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ لِلْاَوْلِيَاءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِيْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ۔[۲]

یہاں سے معلوم ہوا کہ وہ گائے جس کی نذر اولیائے کرام کے لئے مانی جائے جیسے کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے حلال اور طیب ہے۔

---

[۱] فتاویٰ عزیزی فارسی (مجتبائی، دہلی) جلد ۱ ص ۲۲-۱۲۱ : عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ

[۲] ملّا جیون، علامہ : تفسیرات احمدیہ (مکتبہ رحیمیہ، دیو بند) ص ۴۲

(۴) اس جگہ ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کو مشرکین اپنے معبودوں کے لئے مختص کر دیتے تھے اور اس کی تشہیر بھی کرتے تھے تاکہ ان جانوروں کا احترام کیا جائے، قطعی بات ہے کہ وہ مشرکانہ عقیدے کی بنا پر ایسا کرتے تھے، ہمارے مخالفین کے نزدیک وہ جانور لازمی طور پر مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہوں گے اس کے باوجود ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو ان کا کھانا مسلمانوں کے لئے جائز ہے، صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے نہ کھانے والوں کو زجر فرمائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے :-

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (۶/۱۱۹)

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان جانوروں سے نہیں کھاتے جن پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے۔

علامہ ابو السعود اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا انکار فرمایا ہے کہ ان کے لئے کوئی ایسی چیز پائی جائے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کئے ہوئے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کے کھانے سے اجتناب کا سبب ہو[1]

اللہ اکبر! کافروں نے جن جانوروں کو مشرکانہ طور پر اپنے معبودان باطلہ کے لئے مختص کر دیا ہو انہیں مسلمان اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو اُن کا کھانا حلال، اور عامۃ المسلمین اولیاء اللہ کے ایصالِ ثواب، فاتحہ اور نذر عرفی کے لئے مخصوص کردہ جانوروں کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو ان کا کھانا حرام، اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟

علامۃ الهند مولانا معین الدین اجمیری کا فتویٰ

۱۳/ جون ۱۹۹۰ء کو برادر محترم مولانا محمد عبد الغفار ظفر صابری مدظلہ بذریعہ بحری جہاز

[1] ابو السعود، امام : تفسیر ابو سعود (احیاء التراث العربی، بیروت) ج ۳ ص ۱۷۹

حج و زیارت کے لئے حرمین شریفین روانہ ہوئے تو راقم انہیں رخصت کرنے کے لئے کراچی گیا، ان کی واپسی پر استقبال کے لئے دوبارہ ۱۹ راگست کو کراچی جانے کا اتفاق ہوا، دونوں دفعہ آمد و رفت کے موقع پر ہوائی جہاز کے ٹکٹ کا انتظام جناب سیٹھ عرفان عمر صاحب (لاہور) نے کیا اور قیام کے لئے تاج محل ہوٹل کا کمرہ ریزرو کرایا، شمس العلوم جامعہ رضویہ، کراچی اور دار العلوم نعیمیہ، کراچی کے علماء نے پر تپاک استقبال کیا، مولانا قاری محمد اسماعیل سیالوی اور ان کے شاگرد رشید جناب عمر فاروق سیالوی، کیپٹن نیوی نے روانگی اور واپسی پر اتنا پُر خلوص تعاون کیا کہ اسے بھلایا نہیں جا سکتا، دونوں دفعہ کیپٹن صاحب راقم کو بحری جہاز کے اندر لے گئے اور مسلسل ساتھ رہے، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسی سفر میں علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری کے بھتیجے جلیل القدر فاضل حکیم نصیر الدین مدظلہ العالی نظامی دواخانہ، شاہراہ قائدین، کراچی سے ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو علامۃ الہند کے غیر مطبوعہ فتوے کا ذکر آگیا، حکیم صاحب نے بتایا کہ دار العلوم دیوبند سے ایک فتویٰ بغرضِ تصدیق علامۃ الہند کے پاس آیا۔ فتوے کا مضمون یہ تھا کہ اولیاء کرام کے لئے نامزد کیا جانے والا جانور حرام ہے۔ علامۃ الہند نے فرمایا: مجھے اس فتوے سے اتفاق نہیں ہے، اس لئے تصدیق نہیں کر سکتا۔ حضرت کے شاگرد مولانا منتخب الحق (سابق صدر شعبۂ معارف اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی) نے درخواست کی کہ اگر آپ کو اس فتوے سے اختلاف ہے تو آپ اپنا مؤقف تحریر فرمادیں۔ اس طرح یہ فتویٰ تحریری طور پر معرضِ وجود میں آیا۔

عبد الشاہد خاں شروانی اس فتوے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ما اھل بہ لغیر اللہ میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے حرمت کے دائرہ میں ان جانوروں کو بھی داخل کر لیا جو کسی بزرگ کے

فاتحہ وغیرہ کے نام سے موسوم ومتعین ہوجائیں۔ مولانا (معین الدین اجمیری) کا مسلک شاہ صاحب کے مخالف تھا، اس پر ایک مبسوط محققانہ مضمون بھی لکھا تھا جو ضائع ہوگیا، اور روز افزوں صحت کی خرابی نے دوبارہ لکھنے کا موقعہ نہ دیا۔[1]

لازمی بات ہے اس متاع گم گشتہ کی بازیابی کی اطلاع سے خوشی ہوئی، حکیم صاحب نے بتایا کہ اس فتوے کی اصل کاپی عامر عثمانی، ایڈیٹر ماہنامہ تجلی، دیوبند بغرضِ اشاعت لے گئے تھے، لیکن انہوں نے یہ فتویٰ شائع نہیں کیا، البتہ اس کی فوٹو کاپی حکیم سید محمود احمد برکاتی (کراچی) کے پاس موجود ہے، راقم کی درخواست پر برکاتی صاحب نے ایک فوٹو کاپی مجھے فراہم کردی۔

یہ فتویٰ باریک قلم سے لکھا گیا تھا، فوٹو کاپی بھی صاف نہ تھی اس لئے اس کا پڑھنا بڑا دشوار تھا، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے فاضل مدرس مولانا غلام نصیر الدین چشتی نے بڑی دیدہ ریزی سے اسے نقل کیا، مولانا حافظ محمد رمضان خوشنویس نے کتابت کی، اس طرح یہ غیر مطبوعہ فتویٰ چھپ کر قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔

اسی موضوع پر امام احمد رضا بریلوی کا ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے سُبُلُ الْاَصْفِیَاءِ فِیْ حُکْمِ الذَّبْحِ لِلْاَوْلِیَاءِ، موضوع کی مناسبت کے پیش نظر دونوں فتوے رضا اکیڈمی، لاہور کی طرف سے اکٹھے شائع کئے جارہے ہیں، رضا اکیڈمی، لاہور کے اراکین اور معاونین اس علمی پیشکش پر بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں، مقامِ صد شکر ہے کہ رضا اکیڈمی، لاہور نے مختصر عرصے میں علمی اور اشاعتی میدان میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جن پر علمی حلقوں نے نہایت حوصلہ افزا تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف
قادری نقشبندی

۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ
۱۲ر نومبر ۱۹۹۱ء

---

[1] عبدالشاہد خاں شروانی: باغی ہندوستان (مکتبہ قادریہ، لاہور ۱۹۷۸ء) ص ۲۰- ۲۱۹

سُبُلُ الاَصْفِیَا

فی

حُکمِ الذَّبحِ لِلاَوْلِیَاء

١٢ ھ ١٣

(بلاشُبہ وہ جانور حلال ہے جسے اللہ کا نام لے کر شرعی طریقہ پر ذبح کیا جائے، اگرچہ اُس کا ثواب اولیاء اللہ کو ہدیہ کرنا مقصود ہو)

امام احمد رضا بریلوی
(قُدِّسَ سِرُّہٗ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ: دررد فتوائے بعض معاصرین ۔ ۲۵ ربیع الاوّل شریف ۱۳۱۲ھ، نیز از لشکر گوالیار ڈاک دربار بجواب سوال مولوی نورالدین صاحب اوائل ذی القعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے ایک بکرا میاں کا اور عمرو نے ایک گائے چہل تن کی اور مرغ مدار کا پالا، اور پال کر ان کو بآتکبیر ذبح کیا یا کرایا اس کا کھانا مسلمانوں کو عندالشرع جائز ہے یا نہیں۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب: حَامِدًا لَّکَ وَمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا عَلٰی حَبِیْبِکَ وَاٰلِہٖ یَاوَھَّابُ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَاب۔

(۱) اقول و باللہ التوفیق ۔ حق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ حلّت وحرمتِ ذبیحہ میں حال وقول ونیتِ ذابح[1] کا اعتبار ہے ۔ نہ مالک کا ۔ مثلاً مسلمان کا جانور کوئی مجوسی ذبح کرے تو حرام ہوگیا اگرچہ مالک مسلم تھا ۔ اور مجوسی کا جانور مسلمان ذبح کرے تو حلال اگرچہ مالک مشرک تھا یا زید کا جانور عمرو ذبح کرے اور قصداً تکبیر نہ کہے حرام ہوگیا اگرچہ مالک برابر کھڑا سو بار بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا رہے ۔ اور ذابح تکبیر سے ذبح کرے تو حلال اگرچہ مالک ایک بار بھی نہ کہے ۔ ذابح کلمہ گو نے غیر خدا کی عبادت وتعظیم مخصوص کی نیت سے ذبح کیا تو حرام ہو

---

[1] ذابح : ذبح کرنے والا ۔ مولانا محمد عبدالمبین نعمانی (انڈیا)

گیا اگرچہ مالک کی نیت خاص اللہ عزّوجل کے لئے ذبح کی تھی

یوں ہی ذابح نے خاص اللہ عزّوجل کے لئے ذبح کیا تو حلال اگرچہ مالک کی نیت کسی کے واسطے تھی۔

تمام صورتوں میں حالِ ذابح کا اعتبار ماننا اور اس شکلِ خاص میں انکار کر جانا محض تحکّم[1] باطل ہے جس پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں۔ ولہذا فقہائے کرام خاص اس جزئیہ کی تصریح فرماتے ہیں کہ مثلاً مجوسی نے اپنے آتشکدہ یا مشرک نے اپنے بتوں کے لئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس نے تکبیر کہہ کر ذبح کی۔ حلال ہے، کھائی جائے، اگرچہ یہ بات مسلم کے حق میں مکروہ ہے ..... فتاوٰی عالمگیری، وفتاوٰی تاتارخانیہ وجامع الفتاوٰی میں ہے۔

مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاةَ الْمَجُوْسِیْ لِبَیْتِ نَارِهِمْ اَوِ الْکَافِرِ لِاٰلِهَتِهِمْ تُؤْکَلُ لِاَنَّهٗ سَمَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَیُکْرَهُ لِلْمُسْلِمِ۔

پھر مسلمان ذابح کی نیت بھی وقت ذبح کی معتبر ہے اس سے قبل وبعد کا اعتبار نہیں ذبح سے ایک آن پہلے تک خاص اللہ عزّوجل کے لئے نیت تھی ذبح کرتے وقت غیر خدا کے لئے اس کی جان دی ذبیحہ حرام ہوگیا وہ پہلی نیت کچھ نفع نہ دے گی۔ یوں ہی اگر ذبح سے پہلے غیر خدا کے لئے ارادہ تھا ذبح کے وقت اس سے تائب ہوکر مولٰی تبارک وتعالٰی کیلئے اراقتِ دم[2] کی تو حلال ہوگیا یہاں وہ پہلی نیت کچھ نقصان نہ دے گی۔ ردالمحتار میں ہے:۔

اعلم ان المدار علی القصد عند ابتداء الذبح[3]۔

غرض ہر عاقل جانتا ہے کہ تمام افعال میں اصلی نیتِ مقارنہ[4] ہے۔ نماز سے پہلے خدا کے لئے نیت تھی، تکبیر کہتے وقت دکھاوے کے لئے پڑھی قطعاً مرتکبِ کبیرہ ہوا۔ اور نماز ناقابلِ قبول اور اگر دکھاوے کے لئے اٹھا تھا نیت باندھتے وقت تک یہی قصد تھا۔ جب نیت

---

[1] بے کار کی زبردستی ۱۲ [2] خون بہانا۔ ۱۲ [3] جان تو کہ مدار ذبح کے وقت کے ارادے پر ہے۔ ۱۲ [4] وہ نیت جو فعل سے متصل ہو۔ ۱۲

باندھی قصد خالص رب جلّ وعلا کے لئے کرلیا تو بلاشبہ وہ نماز پاک وصاف وصالح وقبول ہوگئی تو ذبح سے پہلے کی شہرت، پکار کا کچھ اعتبار نہیں، نہ نافع نفع دے۔ نہ مضر ضرر خصوصًا جب کہ پکارنے والا غیر ذابح ہو کہ اسے تو اس باب میں کچھ دخل ہی نہیں۔ کما قد علمت وھذا کلہ ظاھر جدا لا یصلح ان یتناطح فیہ قرنان[1] وجماء۔ پھر اضافت[2] معنیٔ عبادت میں منحصر نہیں کہ خواہی نخواہی مدار کے مرغ یا پھل تن کی گائے کے معنی ٹھہرائے جائیں کہ وہ مرغ و گاؤ جس سے ان حضرات کی عبادت کی جائے گی، جس کی جان ان کے لئے دی جائے گی، اضافت کو ادنیٰ علاقہ کافی ہوتا ہے، ظہر کی نماز، جنازہ کی نماز، مسافر کی نماز، امام کی نماز، مقتدی کی نماز، بیمار کی نماز، پیر کا روزہ، اونٹوں کی زکوٰۃ، کعبہ کا حج، جب ان اضافتوں سے نماز وغیرہ میں کفر و شرک وحرمت درکنار نام کو کراہت بھی نہیں آتی۔ تو حضرت مدار کے مرغ حضرت احمد کبیر کی گائے، فلاں کی بکری کہنے سے یہ خدا کے حلال کئے ہوئے جانور کیوں جیتے جی مردار اور سور ہوگئے کہ اب کسی صورت حلال نہیں ہوسکتے۔ یہ شرع مطہریہ سخت جرأت ہے۔ خود حضور پرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ اَحَبَّ الصِّیَامِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی صِیَامُ دَاوُدَ وَاَحَبُّ الصَّلٰوۃِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ صَلٰوۃُ دَاوُدَ۔ (رواہ الائمۃ احمد والستۃ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما الا الترمذی فعندہٗ فضل الصیام وحدہٗ۔)

بیشک سب روزوں میں پیارے اللہ تعالیٰ کو داؤد کے روزے ہیں اور سب نمازوں میں پیاری داؤد کی نماز ہے۔ علیہ الصلوۃ والسلام۔

علماء فرماتے ہیں مستحب نمازوں میں صلوۃ الوالدین یعنی ماں باپ کی نماز ہے۔ فی ردالمحتار[3] عن الشیخ اسماعیل عن شرح شرعۃ الاسلام من المندوبات صلوۃ التوبۃ

---

[1] جیسا کہ تُو نے جان لیا اور سب بالکل ظاہر ہے اس لائق نہیں کہ اس میں لڑا جائے ۱۲ [2] کسی چیز کو کسی کی طرف منسوب کرنا ۱۲ ان [3] شامی میں شیخ اسمٰعیل سے ہے وہ شرح شرعۃ الاسلام سے نقل کرتے ہیں کہ صلوۃ التوبۃ اور صلوۃ الوالدین مستحبات سے ہے۔

وصلوٰۃ الوالدین۔

سبحان اللہ! داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز داؤد (علیہ السلام) کے روزے ماں باپ کی نماز کہنا صواب[1] پڑھنا ثواب اور جانوروں کی اضافت وہ سخت آفت کہ قائلین، کفار۔ جانور مُردار۔ کیا ذبح نماز روزے سے بڑھ کر عبادتِ خدا ہے یا اس میں شرک حرام ان میں روا ہے۔

خود اضافاتِ ذبح کا فرق سنئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ۔ "خدا کی لعنت ہے اس پر جو غیر خدا کے لئے ذبح کرے۔" (رواہ[2] مسلم والنسائی عن امیر المؤمنین علی ونحوہ احمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
من ذبح لضیفہ ذبیحۃ کانت فداءہ من النار۔ "جو اپنے مہمان کے لئے جانور ذبح کرے وہ ذبیحہ اس کا فدیہ ہو جائے آتشِ دوزخ سے۔" (رواہ الحاکم فی تاریخہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

تو معلوم ہوا کہ ذبیحہ میں غیر خدا کی نیت اور اس کی طرف نسبت مطلقاً کفر کیا حرام بھی نہیں بلکہ موجبِ ثواب ہے تو ایک حکم عام کفر وحرام کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔

ولہٰذا علماء فرماتے ہیں مطلقاً نیتِ غیر کو موجب حرمت جاننے والا سخت جاہل اور قرآن وحدیث وعقل کا مخالف ہے۔ آخر قصاب کی نیت تحصیلِ نفع دنیا اور ذبائح شادی کا مقصود براتی کو کھانا دینا ہے۔ نیتِ غیر تو یہ بھی ہوئی، کیا یہ سب ذبیحے حرام ہو جائیں گے۔ یوں ہی مہمان کے واسطے ذبح کرنا درست وبجا ہے کہ مہمان کا اکرام عین اکرام خدا ہے۔ درمختار میں ہے:۔

---

[1] درست صحیح ۱۲ [2] روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم اور نسائی نے امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اسی کے مثل امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے۔ ۱۲۔ ن

لو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام اللہ تعالیٰ[1]

ردالمحتار میں ہے

قال البزازی ومن ظن انہ لا یحل لانہ ذبح لاکرام ابن ادم فیکون اھل بہ لغیر اللہ تعالیٰ فقد خالف القران و الحدیث والعقل فانہ لاریب ان القصاب یذبح للربح ولوعلم انہ ینجس لا یذبح فیلزم ھذا الجاھل ان لا یاکل ما ذبحہ القصاب وماذبح للولائم والاعراس والعقیقۃ[2]

دیکھو! علماء کرام صراحۃً ارشاد فرماتے ہیں کہ مطلقاً نیت و نسبتِ غیر کو موجب حرمت جاننا اور ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل ماننا نہ صرف جہالت بلکہ جنون و دیوانگی اور شرع وعقل دونوں سے بیگانگی ہے جب نفعِ دنیا کی نیت مخل نہ ہوئی تو فاتحہ و ایصالِ ثواب میں کیا زہر مل گیا۔ اور جب اکرامِ مہمان عین اکرامِ خدا ٹھہرا تو اکرامِ اولیاء بدرجہ اولیٰ۔

ہاں اگر کوئی جاہل اجہل یہ نسبت و اضافت بقصدِ عبادتِ غیر ہی کرتا ہے تو اس کے کفر میں شک نہیں۔ پھر بھی اگر ذابح اس نیت سے بری ہے تو جانور حلال ہو جائے گا کہ نیتِ غیر

---

[1] اگر مہمان کے لئے جانور ذبح کیا تو حرام نہیں اس لئے کہ یہ حضرت خلیل علیہ السلام کی سنت ہے اور مہمان کا اکرام خدا کا اکرام ہے۔ ۱۲

[2] بزازی نے کہا اور جس نے گمان کیا کہ "یہ حلال نہیں اس لئے کہ ابن آدم کے اکرام کے لئے ذبح کیا گیا ہے تو یہ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہے، ایسا کہنے والے نے قرآن و حدیث اور عقل کی مخالفت کی، اس لئے کہ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ قصاب نفع کے لئے ذبح کرتا ہے اور اگر جانے کہ اس کو گھاٹا ہو گا تو نہ ذبح کرے۔ تو اس جاہل کو لازم ہے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نہ کھائے اور ایسے ہی ولیمہ، شادی اور عقیقہ کے لئے جو ذبح ہو اس کو بھی نہ کھائے۔ ۱۲

اس پر اثر نہیں ڈالتی۔ کما حققناہ انفا۔

مگر جب کہ ہم حدیثاً و فقہاً دلائل قاہرہ سے ثابت کر چکے کہ اضافت معنیٔ عبادت ہی میں منحصر نہیں تو صرف اس بناء پر حکمِ کفر محض جہالت وجرأت وحرامِ قطعی اور مسلمانوں پر ناحق بدگمانی ہے۔ تم سے کس نے کہدیا کہ وہ آدمیوں کا جانور کہنے سے عبادتِ آدمیان کا ارادہ کرتے اور انہیں اپنا معبود و خدا بنانا چاہتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ [1]

"اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔"

اور فرماتا ہے:۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا [2]

بے یقین بات کے پیچھے نہ پڑ، بیشک کان، آنکھ اور دل سب سے سوال ہونا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔

گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے

(رواہ الائمۃ مالک والشیخان وابوداود والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔

افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم اقالھا ام لا۔

تُو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا۔ کہ دل کے عقیدے پر اطلاع پاتا

(رواہ مسلم عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

---

[1] پ: ۲۶ رکوع ۱۴: الحجرات [2] پ ۱۵: رکوع ۴ - بنی اسرائیل ۱۲ ن

امام عارف باللہ سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

انما ینشأ الظن الخبیث عن القلب الخبیث

" بدگمان ، خبیث ہی دل سے پیدا ہوتا ہے۔"

(نقلہ سیدی عبدالغنی النابلسی فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ)

ولہذا منیہ و ذخیرہ و شرح وہبانیہ و درمختار وغیرہا میں ارشاد فرمایا :

انا لا نسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الآدمی بھذا النحر۔

" ہم مسلمان پہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح سے آدمی کی طرف تقرب چاہتا ہو۔"

ردالمحتار میں ہے :

ای علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھذا بعید من حال المسلم۔

" یعنی اس تقرب سے تقرب بروجہِ عبادت مراد ہے کہ اس میں کفر ہے اور اس کا خیال مسلمان کے حال سے دور ہے۔"

بلکہ علماء تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر خود ذابح خاص وقتِ ذبح تکبیر میں یوں کہے بسم اللہ بنامِ خدائے بنامِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو یہ کہنا مکروہ تو بیشک ہے مگر کفر کیسا ، جانور حرام بھی نہ ہو گا۔ جبکہ اس لفظ سے اس کی نیت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف تعظیم ہو۔ نہ معاذ اللہ حضور کو رب عزّ وجل کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔

امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں :-

رجل ضحی و ذبح وقال بسم اللہ بنامِ خدائے بنامِ محمد علیہ السلام قال الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ ان اراد الرجل بذکر اسم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبجیلہ وتعظیمہ جاز ولا بأس وان اراد بہ الشرکۃ مع اللہ تعالیٰ لا تحل الذبیحۃ۔[1]

---

[1] کسی شخص نے قربانی کی اور ذبح کرتے وقت کہا " بسم اللہ بنامِ خدائے (بقیہ بر صفہ ۲۸)

بلکہ اس سے بھی زائد خاص صورتِ عطف میں مثلاً بنامِ خدا و بنامِ فلاں، جس سے صاف معنئ شرکت ظاہر ہے اگرچہ مذہبِ صحیح حرمتِ جانور ہے مگر مگر حکمِ کفر نہیں دیتے کہ وہ امرِ باطنی ہے کیا معلوم کہ اس کی نیت کیا ہے۔ درمختار میں ہے :-

ان عطف حرمت نحو باسم اللّٰہ واسم فلان[۱]

ردالمحتار میں ہے :- ھو الصحیح وقال ابن سلمۃ لا تصیر میتۃ لانھا لو صارت میتۃ یصیر الرجل کافرا۔ خانیہ۔ قلت تمنع الملازمۃ بان الکفر امر باطنی والحکم بہ صعب فیفرق کذا فی شرح المقدسی، شرنبلالیۃ[۲]

اللّٰہ اکبر! خود ذابح خاص تکبیرِ ذبح میں نامِ خدا کے ساتھ نامِ غیر ملا کر پکارے اور کافر نہ ہو جب تک معنئ شرک کا ارادہ نہ کرے بلکہ بے حرفِ عطف "بنامِ خدا بنامِ محمد صلی اللّٰہ

(بقیہ از صفحہ ۲۷) بنامِ محمد علیہ السلام"، تو اس کے بارے میں شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اس شخص نے حضور کے اسمِ گرامی سے آپ کی تعظیم کا قصد کیا تو جائز ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں۔ اور اگر اس سے خدا کے ساتھ شرکت کا ارادہ کیا تو ذبیحہ حلال نہیں"۔ نعمانی

[۱] "اگر (خدا کے ساتھ دوسرے کا نام) عطف کیا تو ذبیحہ حرام ہوگا۔ جیسے باسم اللّٰہ واسم فلاں"۔

[۲] "یہی صحیح ہے اور ابن سلمہ نے کہا کہ اس سے ذبیحہ مُردار نہ ہوگا اس لئے کہ اگر مُردار ہو جائے تو ایسا ذبیحہ کرنے والا کافر ہو جائے گا (بحوالہ خانیہ) میں کہتا ہوں اس سے کفر لازم ماننا صحیح نہیں اس لئے کہ کفر ایک امر باطنی ہے اور اس پر حکم لگانا مشکل ہے تو حکم میں تفریق کی جائے"۔

* نب * نب *

تعالیٰ علیہ وسلم" کہے اور اس نام پاک کے لینے سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہی چاہے حضور کی عظمت ہی کے لئے خاص وقت ذبح بنامِ خدا کے ساتھ بنامِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے تو جانور میں اصلاً حرمت و کراہت بھی نہیں۔ مگر پیش از ذبح اگر کسی نے یوں پکار دیا کہ فلاں کا بکرا فلاں کی گائے، تو پکارنے والا مشرک اور اس کے ساتھ یہ لفظ منہ سے نکلتے ہی جانور کی بھی کایا پلٹ ہو کر فوراً بکری سے کُتّا، گائے سے سُور۔ اگرچہ وہ منادی غیر ذابح ہو اگرچہ ابھی نہ وقتِ ذبح نہ دمِ تکبیر۔ معاذ اللہ۔ وہ لفظ کیا تھے جادو کے انچھر تھے کہ چھوتے ہی جانور کی ماہیت بدل گئی۔ ایسے زبردستی کے احکام شرعِ مطہر سے بالکل بیگانہ ہیں۔

بڑی دلیل ان کے قصدِ عبادت، غیر و معنی شرک پر یہ پیش کی جاتی ہے کہ اس ذبح کے بدلے گوشت خرید کر تصدق کرنا ان کے نزدیک کافی نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب مقصود نہیں بلکہ خاص ذبح للغیر و شرکِ صریح مراد ہے اگرچہ وہ صاف کہہ رہے ہیں کہ ہمارا مطلب صرف ایصالِ ثواب ہی ہے۔

اقول اس سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ خاص ذبح مراد ہے ذبح للغیر کہاں سے نکلا۔ کیا ثواب ذبح کوئی چیز نہیں یا گوشت دینے میں وہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ عنایہ میں ہے:۔

التضحیۃ[1] فیھا افضل من التصدق بثمن الاضحیۃ لان فیھا جمعا بین التقرب باراقۃ الدم والتصدق والجمع بین القربتین افضل اھ ملخصًا۔

مَعَہٰذا عوام ایسی اشیا میں مطلقاً تبدیل پر راضی نہیں ہوتے مثلاً جو آٹے کی چٹکی روزانہ اپنے گھر کے خرچ سے نکالتے اور ہر ماہ اسے پکا کر حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز دلا کر محتاج کو کھلاتے ہیں۔ اگر ان سے کہئے کہ یہ آٹا جو جمع ہوا ہے

---

[1] قربانی کرنا اس میں قیمت کے صدقہ کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ اس میں دونوں تقرب کا جمع ہونا ہے۔ ایک اراقتِ دم یعنی خون بہانا دوسرے صدقہ کرنا، اور دونوں قربتوں کا جمع کرنا افضل ہے ۱۲ ن

اپنے خرچ میں لائیے، اور اس کے عوض اور پکائیے کبھی نہ مانیں گے، حالانکہ آٹے میں کوئی ذبح کا محل نہیں۔ اور ذبح میں بھی اگر اس جانور کے بدلے دوسرا جانور دیجئے ہرگز نہ لیں گے، حالانکہ ادائے ذبح میں دونوں ایک سے۔ تو اُس کا کافی نہ سمجھنا اسی خیال تعیین وتخصیص کی بنا پر ہے نہ کہ معاذ اللہ اس توہم باطل پر خصوصاً جبکہ وہ بیچارے صراحۃً کہہ رہے ہیں کہ حاشاللہ ہم عبادتِ غیر نہیں چاہتے۔ صرف ایصالِ ثواب مقصود ہے۔

اور اگر انصاف کیجئے تو دربارۂ عدم تبدیل ان کا وہ خیال بے اصل بھی نہیں اگرچہ انہوں نے اس میں تشدد زیادہ سمجھ لیا ہو جن چیزوں پر نیت قربت کرلی گئی شرعِ مطہر بھی بلاوجہ ان کا بدلنا پسند نہیں فرماتی۔ لاسیما[1] اذا کان النزول الی الناقص کما ھھنا وکل ذلک ظاھرٌ جدًا۔

ولہٰذا اگر غنی قربانی کے لئے جانور خریدے اور اس معین کی نذر نہ ہو تو جانور متعین نہیں ہو جاتا اسے اختیار ہے کہ اس کے بدلے دوسرا جانور قربانی کرے پھر بھی بدلنا مکروہ ہے کہ جب اس پر قربت کی نیت کرلی تو بلاوجہ تبدیل نہ چاہیئے۔ ہدایہ میں ہے۔ بالشراء[2] للتضحیۃ لا یمتنع البیع۔ اُسی میں ہے؛ ویکرہ[3] ان یبدل بھا غیرھا۔ اسی طرح تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے۔

فبالجملہ مسلمانوں پر بدگمانی حرام اور حتی الامکان اس کے قول وفعل کو وجہ صحیح پر حمل واجب اور یہاں ارادۂ قلب پر بے تصریح قائل حکم لگانے کی اصلاً راہ نہیں اور حکم بھی کیسا کفر و شرک کا۔ جس میں اعلیٰ درجہ کی احتیاط فرض یہاں تک کہ ضعیف سے ضعیف احتمال بچاؤ کا نکلتا

---

[1] خاص کر جب ناقص کی طرف نزول ہو جیسا کہ یہاں ہے (یعنی محض صرف گوشت اراقۂ دم سے ناقص ہے) اور یہ سبب خوب واضح ہے۔ ۱۲ [2] قربانی کے لئے کسی جانور کا خریدنا اس کی بیع سے مانع نہیں۔ ۱۲ [3] اور مکروہ ہے کہ اس جانور کی جگہ دوسرا جانور ذبح کیا جائے۔ ۱۲ن۔

ہو تو اسی پر اعتماد لازم ۔ کما حقق کل ذلک الائمۃ المحققون فی تصانیفهم الجلیلۃ۔

اگر بالفرض بعض کودن احمقوں پر ثبوت شرعی ثابت بھی ہو کہ ان کا مقصود معاذ اللہ عبادتِ غیر ہے تو حکم کفر صرف انہیں پر صحیح ہو گا اُن کے سبب حکم عام لگا دینا اور باقی لوگوں کی بھی یہی نیت سمجھ لینا محض باطل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی[1]۔ پس حق یہ ہے کہ نہ مطلقاً اس نام پکارنے پر حکم شرک صحیح، نہ اس کی وجہ سے جانور کو مردار مان لینا درست، بلکہ حکم ترک کے لئے قائل کی نیت پوچھیں گے۔ اگر اقرار کرے کہ اس کی مراد عبادتِ غیر ہے تو بیشک مشرکین کہیں گے ورنہ ہرگز نہیں اور حکمِ حرمت میں صرف قول و فعل و نیتِ ذابح خاص وقتِ ذبح پر مدار رکھیں گے۔ اگر مالک خواہ غیر مالک کسی کلمہ گو نے معاذ اللہ اسی نیتِ شرک کے ساتھ ذبح کیا تو بیشک حرام کہ وہ اس نیت سے مرتد ہو گیا اور مرتد کا ذبیحہ نہیں۔ اور اگر اللہ عزّ وجل کے لئے جان دی اور قصداً تکبیر ترک نہ کی تو بے شک حلال اگرچہ اس پر باعث ایصالِ ثواب یا اکرامِ اولیا یا نفع دنیا وغیرہا مقاصد ہوں اگرچہ مالک غیر ذابح کی نیت معاذ اللہ وہی عبادتِ غیر ہو اگرچہ پیش از ذبح یا غیر ذابح نے وقت ذبح کسی کا نام پکارا ہو اور مالک سے وہ نیت ناپاک ثابت ہونا بھی ذابح پر کچھ مؤثر نہیں جب تک خود اس سے بھی اسی نیت پر جان دینا ثابت نہ ہو کہ جب اس سے وہ نیت ثابت نہیں اور مسلمان اپنے رب عزّ وجل کا نام لے کر ذبح کر رہا ہے تو اس پر بدگمانی حرام و ناروا ہے۔ اوہامِ تراشیدہ پر مسلمان کو معاذ اللہ مرتکب کفر سمجھنا حلالِ خدا کو حرام کہہ دینا۔ نامِ الٰہی عزّ وجل جو وقتِ تکبیر لیا گیا باطل و بے اثر ٹھہرانا ہرگز وجہ صحت نہیں رکھتا۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:۔

(۱) وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔

"تمہیں کیا ہوا کہ نہ کھاؤ اس جانور سے جس کے ذبح میں اللہ کا نام یاد کیا گیا۔"

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

انما كلفنا بالظاهر لا بالباطن فاذا ذبحه على اسم الله وجب ان

---

[1] پ ۸ ع ۷: الانعام، ترجمہ۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (کنز الایمان)

یحل ولا سبیل لنا الی الباطن۔

(یعنی ہمیں شرع مطہّر نے ظاہر پر عمل کا حکم فرمایا ہے باطن کی تکلیف نہ دی۔ جب اس نے اللہ عزّ وجل کا نامِ پاک لے کر ذبح کیا جانور حلال ہو جانا واجب ہوا کہ دل کا ارادہ جان لینے کی طرف ہمیں کوئی راہ نہیں)

یہ چند نفیس وجلیل فائدے حفظ کے قابل ہیں کہ بہت ابناءِ زمان ان میں سخت خطا کرتے ہیں۔ وباللہ العصمۃ والتوفیق وبہ الوصول الی التحقیق واللہ سبحانہٗ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدٍ المصطفٰی النبی الامی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

۱۳۰۱ھ
محمدی، سنی، حنفی، قادری
عبدالمصطفٰی احمد رضا خان

فتویٰ

علّامۃ الہند

مولانا معین الدّین اجمیری

(قُدِّسَ سِرُّہٗ)

(پہلی بار زیورِ طبع سے آراستہ کیا گیا)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نحمدہ ونصلّی ونسلّمُ علیٰ رسولہ الکریم۔ وعلیٰ
آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

الجواب ھوالموفّق للصواب

جبکہ ذبح کے وقت نامِ خدا ذکر کر دیا تو ذبیحہ حلال ہے خواہ اس کی نیت کچھ بھی ہو ذبیحہ کی حلّت وحرمت کا مدار نیت اور نذر پر نہیں بلکہ "رَفْعُ الصَّوْتِ بِذِکْرِ اللّٰہِ" (بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے پر ہے) باستثناء ایک خاص صورت کے جس کا ذکر آئے گا اگر ذبح کے وقت یہ ہو گیا ہے تو حلال ہے ورنہ حرام۔

اِہلال کے معنی تمام تفاسیر میں یہی لکھے ہیں رَفْعُ الصَّوْتِ بِذِکْرِ اللّٰہ (بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا) لغت کی تمام کتابیں اس کی تائید میں ہیں۔ خود مُحرّمین ذبیحہ حلال کو بھی اس کا اعتراف ہے، پھر خواہ مخواہ نیّت ونذر کی بحث کو دخل دے کر محض اپنے قیاس ورائے سے اس ذبیحہ کو حرام قرار دینا جس پر ذبح کے وقت نامِ خدا ذکر کر دیا گیا ہے سراسر ناانصافی وکج بحثی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے ذبح کے وقت "قول" کا اعتبار کیا ہے یا ایسے "فعل" کا جو عام طور پر مشرکین کرتے تھے۔ نیّت ونذر ان کے نزدیک ذبیحہ کی حلّت وحرمت کے بارے میں کوئی اثر نہیں رکھتی۔

شامی وعالمگیری میں ہے۔

وَلَوْ سُمِعَ مِنْہُ ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالیٰ لٰکِنَّہٗ عَنیٰ بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ

اَلْمَسِیْحَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالُوْا تُؤْکَلُ اِلَّا اِذَا نَصَّ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ ثَالِثُ ثَلَاثَۃٍ [1]

(ترجمہ) اگر نصرانی سے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام سنا گیا لیکن اُس نے لفظ "اللہ" سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا تو مشائخ نے کہا ہے کہ ذبیحہ کھا لیا جا سکتا ہے، مگر جبکہ وہ یہ تصریح کر دے کہ بنام اس خدا کے جو تین خداؤں میں سے ایک ہے تو اب ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔

دیکھئے! نیت کس قدر مشرکانہ ہے؟ کہ لفظ اللہ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا گیا، باوصف اس کے عام طور پر فقہاء کرام ایسے ذبیحہ کی حلّت کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ شیخ سدّو کے بکرے اور کبیر اولیاء کی گائے کی صورت میں صرف نامزدگی ہے لیکن ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے اور وہی اس کی مراد بھی ہے۔ پس یہ صورت جو شامی و عالمگیری میں ذکر کی گئی ہے اس سے زیادہ تیز ہے کہ یہاں عین ذبح کے وقت لفظ (اللہ) سے غیر اللہ مراد لیا جا رہا ہے۔ جب یہ ذبیحہ تک فقہاء کے نزدیک حلال ہے تو وہ ذبیحہ کیونکر حلال نہ ہوگا؟ جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے۔

اب اس سے بڑھ کر تصریح سنیئے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ مطبوعہ مصر میں ہے:۔

مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاۃَ الْمَجُوْسِیِّ لِبَیْتِ نَارِھِمْ اَوِ الْکَافِرِ لِاٰلِھَتِھِمْ تُؤْکَلُ لِاَنَّہٗ سَمَّی اللّٰہَ تَعَالٰی. کَذَا فِی التَّتَارْخَانِیَۃِ نَاقِلًا عَنْ جَامِعِ الْفَتَاوٰی [2]

(ترجمہ) مسلمان نے آتش پرست کی بکری ان کے آتشکدہ کے لئے یا کسی کافر کی بکری ان کے بتوں کے ذبح کی تو وہ حلال ہے، کھالی جائے گی کیونکہ مسلمان

---

[1] الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الذبائح (نورانی کتب خانہ پشاور) جلد ۵ ص ۲۸۵

[2] الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الذبائح (،، ،، ،،) جلد ،، ص ۲۸۶

نے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا ہے، ایسا ہی تاتارخانیہ میں جامع الفتاویٰ سے منقول ہے۔

دیکھئے! آتش پرست اور کافر کی بکری خاص آتشکدہ اور بتوں کے لئے ذبح کی جارہی ہے باوصف اس کے فقہاء کرام اس کی حلت کا فتویٰ محض اس بناء پر صادر فرما رہے ہیں کہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کردیا گیا۔ یہاں مسلمان محض آلۂ کار ہے۔ اصل نیت ونذر کافر ہی کی ہے جن کو وہ اپنی جانب سے تبدیل بھی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ بکری کسی کی اور نیت ونذر دوسرے کی، جب ایسا ذبیحہ جس میں نیت محض مشرکانہ اور غیر اللہ کی نذر کے ساتھ بتوں کا تقرب بھی ہے، محض اللہ کا نام عندالذبح لینے سے فقہاء کرام کے نزدیک حلال ہے تو اس سے بداہۃً معلوم ہوا کہ وہ حلت ذبیحہ کے بارے میں عندالذبح ذکر اللہ کو کافی سمجھتے ہیں اور نیت ونذر کو اس باب میں کوئی دخل نہیں دیتے وہ صرف منطوقِ قرآن کریم کے پابند ہیں اور اس سے محض وہی ذبیحہ حرام ہے جس میں غیر اللہ کا ذکر بلند آہنگی کے ساتھ لیا گیا ہو، نیت ونذر کو جب قرآن نے دخل نہیں دیا تو فقہاء کرام اپنی جانب سے محض قیاس اور رائے کی بناء پر نیت و نذر کا اضافہ کرکے ایک حلال ذبیحہ کو کیونکر حرام کرسکتے ہیں؟ وہ منطوق قرآن سے سرِمُو تجاوز نہیں کرنا چاہتے۔

اسی وجہ سے نیت ونذر اور تقرب غیر اللہ کی صورتوں کو لکھ کر جن میں عِنۡدَ الذَّبۡح اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے اطلاق کو انہوں نے ذہن نشین کیا ہے۔

یہ مسئلہ کہ نیت وارادہ کو حلت وحرمتِ ذبیحہ میں دخل نہیں عام علماء کرام کے نزدیک اس قدر طے شدہ ہے کہ اس پر امام رازی، تفسیر کبیر میں ایک اعتراض وارد کرکے اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

اَلثَّالِثُ (اَیِ الْاِعْتِرَاضُ الثَّالِثُ) اَنَّ النَّصْرَانِیَّ اِذَا سَمَّی اللّٰہَ تَعَالٰی اِنَّمَا یُرِیْدُ بِہِ الْمَسِیْحَ فَاِذَا کَانَتْ اِرَادَتُہٗ لِذٰلِکَ لَمْ تَمْنَعْ حِلَّ ذَبِیْحَتِہٖ مَعَ اَنَّہٗ یُھِلُّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَکَذٰلِکَ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ حُکْمُہٗ اِذَا اَظْھَرَ مَا یُضْمِرُہٗ عِنْدَ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِرَادَتِہِ الْمَسِیْحَ وَالْجَوَابُ عَنْہُ اَنَّا اِنَّمَا کُلِّفْنَا بِالظَّاھِرِ لَا بِالْبَاطِنِ فَاِذَا ذَبَحَہٗ عَلٰی اِسْمِ اللّٰہِ وَجَبَ اَنْ یَّحِلَّ وَلَا سَبِیْلَ لَنَا اِلَی الْبَاطِنِ۔ (تفسیر کبیر جلد ۲)[1]

(ترجمہ) تیسرا اعتراض یہ ہے کہ جب نصرانی اللہ تعالیٰ کا نام لیکر مسیح علیہ السلام کا ارادہ کرے اور نیّت اور ارادہ ذبیحہ کے حلال ہونے میں مخلّ نہیں باوصف اس کے کہ وہ غیر اللہ کا ارادہ کر رہا ہے تو چاہیئے کہ اس کا حکم بھی یہی ہو، جبکہ دل کی بات ظاہر کر دے (اور صراحۃً مسیح علیہ السلام کا نام لے لے) اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ظاہر کے ساتھ مکلّف ہیں نہ کہ باطن کے ساتھ۔ پس جبکہ وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لے رہا ہے تو واجب ہے کہ ذبیحہ حلال ہو۔ اور باطن پر اطلاع ہمارا کام نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذبیحہ کی حلّت و حرمت کا مدار ظاہر پر ہے نہ کہ باطن پر۔ بعض اکابر تابعین (۱) عطاء بن ابی رباح (۲) مکحول شامی (۳) حسن بصری (۴) عامر شعبی (۵) افضل التابعین سعید ابن المسیب، تو ظاہر کو بھی باطن کی طرح نظر انداز کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک صرف وہ ذبائح حرام ہیں جو بتوں پر چڑھائے جائیں اور ان کے سامنے ذبح کئے جاویں وہ کہتے ہیں "ما اھل بہ لغیر اللہ" سے "ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ"، بُتوں کے سامنے ذبح کرنا" مراد ہے۔ پس جو ذبائح بُتوں کے سامنے ذبح کئے جائیں گے صرف وہی حرام

---

[1] التفسیر الکبیر۔ سورۃ البقرۃ (المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر) جلد ۵ ص ۲۳۔

ہوں گے۔ باقی ہر ایک قسم کے ذبائح ان کے نزدیک حلال ہیں، یہاں تک کہ اگر ذبح کے وقت کوئی نصرانی مسیح علیہ السلام کا نام بھی ذکر کر دے (حضرت مسیح کی نیت تو بجائے خود رہی) تو وہ ذبیحہ حلال ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے،

" مِنَ النَّاسِ مَنْ زَعَمَ اَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِكَ ذَبَائِحُ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَذْبَحُوْنَ لِاَوْثَانِهِمْ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَجَازُوْا ذَبِيْحَةَ النَّصْرَانِيِّ اِذَا سَمّٰى عَلَيْهَا بِاسْمِ الْمَسِيْحِ وَهُوَ مَذْهَبُ عَطَاءٍ وَمَكْحُوْلٍ وَالْحَسَنِ وَالشَّعْبِيِّ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ [1]

(ترجمہ) بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ سے وہ ذبائح مراد ہیں جو مشرکین بتوں پر چڑھاتے تھے جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ یعنی وہ جانور حرام ہیں جو بتوں پر چڑھائے گئے ہوں۔ ان حضرات نے اپنے اسی خیال کی بناء پر) نصرانی کے اس ذبیحہ تک کو حلال قرار دیا ہے جس پر مسیح کا نام ذکر کیا جائے، یہ مذہب عطاء بن ابی رباح، مکحول، حسن بصری، شعبی، سعید بن المسیب کا ہے۔

یہ حضرات ما اھل بہ لغیر اللہ کو بھی حلال کہتے ہیں جس طرح اس کے برعکس عہد حاضر کے بعض علماء (جن میں یہ حضرات مفتیین بھی شامل ہیں) ما اھل بہ لغیر اللہ سے متجاوز ہیں اور منطوقِ قرآنی سے انحراف کرنے والے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مذہب اعتدال ہے اور یہی مذہب جمہور علماء کرام، ائمہ عظام امام مالک، امام شافعی، امام اعظم اور ان کے اصحاب کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب عند الذبح مسیح علیہ السلام کا

---

[1] التفسیر الکبیر، سورۃ البقرۃ (المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر) جلد ۵ ص ۲۳۔

نام ذکر کیا جائے تو "مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کا مصداق ہو گا لہذا وہ یقیناً حرام ہے اور عند الذبح اللہ کا نام ذکر کرنے کے بعد ذبیحہ حلال ہے کیونکہ "مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کے افراد میں سے نہیں ہے۔ اور جب اس کے افراد میں سے نہ ہو تو اس کے حلال ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اب خواہ نیت کچھ ہی ہو۔

قرآن کریم سے جس قدر سمجھا جاتا ہے، اس پر سختی کے ساتھ یہ حضرات پابند ہیں نہ پہلے گروہ کی طرح حرام کو حلال کہتے ہیں نہ دوسرے طائفہ کی طرح حلال کو حرام قرار دیتے ہیں۔ قرآن کریم نے "مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کو حرام قرار دیا ہے یہ حضرات بھی اس کو حرام سمجھتے ہیں۔ اس ارشاد کو حق تعالیٰ کے دوسرے ارشاد "ماذبح علی النصب" پر حمل کر کے اس کی حلت کا فتویٰ نہیں دیتے جیسا کہ پہلے گروہ نے کیا ہے۔ اور جب کہ قرآن سے (بتوں کے سامنے ذبائح کے سوا) صرف "مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کی حرمت ثابت ہے تو وہ اس سے تجاوز کر کے "مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کو اندرونی نیت و نذر غیر اللہ و نلغزدگی کے باعث حرام کی فہرست میں داخل نہیں کرتے جیسا کہ دوسرے طائفہ نے کیا ہے۔

تفسیر کبیر میں تحت آیۃ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ہے:-

وَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَاَبُوْحَنِيْفَةَ وَاَصْحَابُهٗ لَا يَحِلُّ ذٰلِكَ وَالْحُجَّةُ فِيْهِ اَنَّهُمْ اِذَا ذَبَحُوْا عَلَى اسْمِ الْمَسِيْحِ فَقَدْ اَهَلُّوْا بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَوَجَبَ اَنْ يَّحْرُمَ [1]

(ترجمہ) ائمہ ثلاثہ (امام مالک۔ امام شافعی۔ امام ابوحنیفہ) اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب کہتے ہیں کہ ذبیحہ مفروضہ (یعنی نصرانی عند الذبح مسیح کا نام ذکر کرے) حلال نہیں ہے۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب انہوں نے ذبح کے وقت مسیح کا نام ذکر کر دیا تو

---

[1] التفسیر الکبیر، (المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر) جلد ۵ ص ۲۳

انہوں نے غیر اللہ کا اہلال (یعنی بلند آہنگی کے ساتھ غیر اللہ کا ذکر) کر دیا۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہ ذبیحہ حرام ہو جائے۔ ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء کرام و فقہاء عظام کے نزدیک ذبیحہ کی حلت و حرمت کا مدار ذکر و عدمِ ذکر پر ہے نہ کہ کسی دوسری شے پر خواہ وہ نذر ہو یا نامزدگی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جو منقول ہے اس نے اس مسئلہ کو نہایت واضح کر دیا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے :-

رُوِیَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی یُھِلُّوْنَ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَلَا تَاْکُلُوْا وَاِذَا لَمْ تَسْمَعُوْھُمْ فَکُلُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ اَحَلَّ ذَبَائِحَھُمْ وَھُوَ یَعْلَمُ مَا یَقُوْلُوْنَ [۱]

(ترجمہ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہود و نصاریٰ سے ذبح کرتے وقت یہ سن لو کہ وہ غیر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ایسے ذبیحہ کو نہ کھاؤ اور جبکہ نہ سنو تو کھا لو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ذبائح کو حلال قرار دیا ہے اور جو وہ کہتے ہیں اس کو حق تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ اہلال کے لغوی اور اصلی معنی "رَفْعُ الصَّوْتِ" کے ہیں اور اس کے جمیع استعمالات میں یہ ایک قدر مشترک ہے کسی امر باطن و مخفی پر اہلال کا اطلاق نہیں ہوتا حتیٰ کہ امام بخاری نے اپنی صحیح کی جلد اوّل کتاب الحج میں ارشاد فرمایا ہے :-

اَلْاِھْلَالُ کُلُّہٗ مِنَ الظُّھُوْرِ۔ وَاسْتَھَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ

---

[۱] فتاویٰ عزیزی۔ بیان گاؤ سید احمد کبیر (مطبع مجتبائی دہلی) جلد (۱) ص ۲۳

السَّحَابِ۔ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ هُوَ مِنِ اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ [۱]

قاموس جلد ۴ میں ہے:

اِسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ رَفَعَ صَوْتَهٗ بِالْبُكَاءِ كَاَهَلَّ [۲]

منتہی الادب میں ہے:۔

اھلال بر آمدن ماہِ نو و بآواز گریستن کودک و بر داشتنِ تلبیہ جز آں آواز را۔ وَمِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ اے نُوْدِیَ عَلَيْهِ لِغَيْرِ اِسْمِ اللّٰهِ [۳]

ان تصریحات میں اندرونی نیّت و نامزدگی کی کہاں گنجائش ہے؟ اسی وجہ سے تمام تفاسیر قدیمہ میں جن پر کہ اعتماد ہے لفظ "اِهْلَال" کی تشریح بالاتفاق "رَفْعُ الصَّوْتِ بِذِكْرِ اللّٰهِ" کے ساتھ کی گئی ہے جس کا اعتراف حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تک کو ہے لیکن باوصف اس کے وہ "اھلال" کی بجائے نیت و نامزدگی کو اصل قرار دیتے ہیں اور قرآن کریم میں بجائے نیّت، لفظ "اِهْلَال" وارد ہونے کے متعلق اپنے فتاویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"وَاَمَّا مَا وَقَعَ فِي الْبَيْضَاوِيِّ وَغَيْرِهٖ مِنَ التَّفَاسِيْرِ اِنَّهُمْ قَالُوْا وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اَيْ مَا رُفِعَ الصَّوْتُ بِهٖ عِنْدَ ذَبْحِهٖ لِلصَّنَمِ فَمَبْنِيٌّ عَلٰى مَا جَرَتْ عَادَةُ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ كَانُوْا مُخْلِصِيْنَ فِي الْكُفْرِ وَكَانُوْا اِذَا قَصَدُوا التَّقَرُّبَ بِذَبْحِ بَهِيْمَةٍ اِلٰى غَيْرِ اللّٰهِ ذَكَرُوْا عَلَيْهَا عِنْدَ الذَّبْحِ اِسْمَ

---

[۱] بخاری شریف عربی (مجتبائی دہلی) جلد اوّل ص ۲۱۱

[۲] القاموس المحیط۔ باب اللام۔ فصل الہاء (مطبعۃ مصطفی البابی مصر) جلد ۴ ص ۷۱

[۳] منتہی الادب۔ باب الہاء۔ فصل اللام (مطبعۃ اسلامیہ لاہور) جلد ۲ ص ۳۸۱

ذٰلِكَ الْغَيْرِ بِخِلَافِ مُشْرِكِي الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّهُمْ يَخْلِطُوْنَ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْاِسْلَامِ فَيَقْصُدُوْنَ التَّقَرُّبَ بِالذَّبْحِ اِلٰى غَيْرِ اللّٰهِ وَيَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا وَقْتَ الذَّبْحِ فَالْاَوَّلُ كُفْرٌ صَرِيْحٌ وَالثَّانِيْ كُفْرٌ صُوْرَتُهٗ صُوْرَةُ الْاِسْلَامِ وَمَا كَانُوْا يَعْتَقِدُوْنَ اَنْ لَّا طَرِيْقَ لِلذَّبْحِ اِلَّا هٰذَا سَوَاءٌ كَانَ لِلّٰهِ اَوْ لِغَيْرِ اللّٰهِ ؎

مطلب یہ کہ کلام حق تعالیٰ کا منشاء تو یہ ہے کہ وہ ذبیحہ بھی حرام ہے کہ جس میں غیر اللہ کی نیّت یا نذر ہو لیکن ایسا عام لفظ کہ جو اس کو بھی شامل ہوتا اس وجہ سے نہ لایا گیا کہ قدیم مشرکین کا طریقِ ذبح مخصوص و مخلصانہ تھا۔ ایسی صورت کوئی ہویدا (ظاہر) نہیں ہوئی تھی کہ دل میں نیت غیر اللہ کی اور زبان پر ذکر اللہ کا۔ ورنہ پھر لفظِ عام ارشاد فرما دیا جاتا۔ حضرت شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہماری فہم سے بالاتر ہے کیونکہ خدائے علیم و بصیر کے نزدیک حاضر و غائب و ماضی و استقبال سب ایک ہے۔ وہ کسی زمانہ کے مخصوص طریق پر اپنے کلام کو تنگ نہیں کر سکتا۔ اس نے جب قمار (جوئے) کو حرام کیا تو لفظِ عام ارشاد فرمایا کہ جس کے احاطہ میں اگلے پچھلے تمام عہدوں کی صورتیں آگئیں۔ اور روز بروز نت نئی قمار (جوئے) کی صورتیں ہویدا (ظاہر) ہو رہی ہیں وہ بھی اس کے مفہوم عام میں شامل ہیں۔ اسی طرح قیامت تک جتنی صورتیں پیدا ہوں گی وہ بھی اس مفہوم عام کے دائرہ سے نہیں نکلیں گی۔ قمار کی اگر کسی مخصوص صورت پر حکمِ حرمت ثابت ہوتا تو وہی حرام ہوتی یا کم از کم دوسری جدید صورتوں میں شک واقع ہو جاتا۔ علاوہ ازیں ہم اس کے پابند ہیں کہ۔ النصوص تحمل علی ظواھرھا۔ اِتّباعُ اَلفاظِ النص کی چاہئے۔ نہ یہ کہ کسی (مخترع) کے منشاء کے تابع، نصّ کو کر دیا جائے

؎ فتاویٰ عزیزی (مجتبائی دہلی) ج ۱ : ص ۳

یوں ہو تو پھر ملحدین و زنادقہ کے تصرفات کا باب کھل سکتا ہے کہ وہ ہر ایک نص میں ایک سبب یا منشاء قائم کر کے الفاظِ نص میں عموم یا خصوص پیدا کرنے لگیں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے لفظ "اہلال" کے لغوی معنی (کہ اسی کا اعتبار ہے) سے سرِ مو تجاوز نہیں کیا اور اس قسم کی رکیک (کمزور) تاویلات سے ان کا دامن پاک رہا اور اس لفظ کے ماتحت انہوں نے جزئیات قائم کئے۔

جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اس کے متعلق نہایت عجیب تحقیق فرمائی ہے۔ چنانچہ اپنی تفسیر بیان القرآن میں فرماتے ہیں :-

"اکثر مفسرین نے "اُھِلَّ" کی تفسیر ذبح علی اسم غیر اللہ کی ہے۔ معلوم ہوا کہ وہی جانور مُردار ہے جس کو بجائے بسم اللہ، غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہو۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس تفسیر سے حصر لازم نہیں آتا بلکہ مطلق کہا جائے گا کہ حرام کا ایک فرد یہ بھی ہے۔ چونکہ جاہلیت میں اس کا زیادہ رواج تھا اس لئے یہ تفسیر کر دی گئی۔ غایتہ مافی الباب یہ تفسیر مذکور دوسرے فرد سے ساکت رہے گی، سو اس میں کچھ ضرر نہیں جبکہ اور دلائل حرمت کے موجود ہیں جن میں ایک تو یہی آیت ہے کیونکہ اہلال لغۃً عام ہے مطلق نامزد کر دینے میں [1]

آپ کے ارشاد کا یہ جملہ "ایک تو یہی آیت ہے کیونکہ اہلال لغۃً عام ہے مطلق نامزد کر دینے میں" خصوصیت کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ تصریحات بالا سے ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا کہ لفظ اِھلال کے معنی لغۃً ہرگز مطلق نامزد کر دینے کے نہیں ہیں۔ اور اگر یہ مسلّم بھی ہو تو پھر دوسرا فرد بھی لغۃً آیت کے تحت میں آ گیا اس سے سکوت کا کیا مطلب؟ ۔ جو حضرات کہ الفاظِ نص سے تجاوز کر جاتے ہیں اُن کی قیاس آرائیاں بھی

---

[1] تفسیر بیان القرآن، مجتبائی دہلی، جلد اوّل ص۸۵

عجیب ہوتی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب اندرونی نیت کی بناء پر ذبیحہ کو حرام ارشاد فرما کر (جو ہنوز ذبح بھی نہیں ہوئے اور اس وجہ سے اس کو ذبیحہ کہنا بھی مجاز ہے) اپنے فتاویٰ اور تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

"ہر گاہ این خُبث درو ے سرایت کرد، دیگر بذکر نامِ خدا حلال نمی شود، مانند سگ وخوک کہ اگر بنامِ خدا مذبوح شوند حلال نمی گردند"

اس تصریح سے حضرت شاہ صاحب کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی ایسے ذبیحہ کی حرمت پر (کہ جن میں نیّت غیر اللہ کی ہو اور عند الذبح اللہ کا نام ذکر کر دیا جائے) یہ شبہ کرے کہ اللہ کے نام کے ذکر کر دینے کا بھی تو اثر ہونا چاہیئے گو کہ نیت فاسد سہی۔ تو اس کو اس طرح رفع فرماتے ہیں کہ وہ مثل سگ وخوک (کتے اور خنزیر) کے ہو گیا۔ جس طرح انہیں نامِ خدا کا ذکر ان کی حلّت کا موجب نہیں اسی طرح یہ ذبیحہ، قبل ذبح حرمت کی حیثیت سے خوک و سگ کے افراد میں شامل ہو گیا، گو کہ اس کی صورت بکری یا گائے کی ہے لیکن اس میں جو حرج ہے وہ ظاہر ہے کہ ایسا ذبیحہ اگر کسی کی میراث میں آ گیا اور اس کو نیت کا علم باوصف اشتہار نہ ہوا تو وہ ایسے خوک وسگ کو جس کی صورت بکری اور گائے کی ہے اللہ کا نام ذکر کر کے ذبح کر دے گا۔ اب اس قسم کے حرام ذبیحوں اور اکلِ حرام سے بچنا قیامت ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

"مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ[1]"

اور اس سے بڑھ کر کیا حرج ہو گا؟ اور اگر وارث کی لاعلمی پر یہ حلال ہو سکتا ہے تو پھر اندرونی نیت و نذر کی لاعلمی پر وہ ذبائح بھی حلال ہونے چاہئیں جن کی حرمت کا فتویٰ ان حضرات نے دیا ہے اور نیت و نذر کو کالعدم قرار دینا چاہیئے جیسا کہ فقہاء کرام

---

[1] تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ ۲۲/۷۸

اور جمہور علماء نے کیا ہے۔

جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے جب دیکھا کہ عام طور پر فقہاء نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ :-

"اِنَّ الْمَدَارَ عَلَى الْقَصْدِ عِنْدَ اِبْتِدَاءِ الذَّبْحِ [1] جیسا کہ شامی بحر الرائق وغیرہ میں مذکور ہے۔ پہلی نیت (اگر اس کو دخل بھی ہے تو وہ) دوسری نیت سے منسوخ ہو سکتی ہے تو حضرت شاہ صاحب جس کی تجویز میں یہ ترمیم کرتے ہیں :

" البتہ اگر اس طرح نامزد کرنے کے بعد اس سے توبہ کر لے پھر وہ حلال ہو جاتا ہے "

مطلب یہ ہے کہ اگر توبہ کے بعد پھر اس سے منحرف ہو جائے تو وہ پھر حرام ہو جائے گا، اور ایک حلال بکرا نیتوں کی گوناگوں تبدیل (تبدیلیوں) سے صدہا بار سگ و خنزیر ہو کر بدستور پھر حلال بکرا بن سکتا ہے۔ دیکھئے! نص سے ادنیٰ تجاوز کرنے سے کیا کیا بوالعجب صورتیں پیدا ہو رہی ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نص کی پابندی کرتے ہوئے اندرونی نیت کا اعتبار نہیں کرتے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح نیت قابلِ اعتبار نہیں اس کا قبل الذبح اشتہار بھی سودمند نہیں۔

البتہ اگر عند الذبح اس کا اظہار ہو جائے تو اس کا فقہاء کرام اعتبار کرتے ہیں لیکن بغیر اعلان و اظہار وہ نیت کو کالعدم ٹھہراتے ہیں۔ اور قبل الذبح تو اعلان و اظہار کا بھی اعتبار نہیں کرتے۔ دیکھئے یہ حکم کس قدر معقول و مؤید بالدرایت ہے کہ ذبح کے پیشتر حلال جانور حلال ہی ہوتا ہے سگ و خنزیر نہیں بنتا نہ خیالات کی تبدیلی سے جون بدلتا ہے۔ جو کچھ اس کی حلت و حرمت ہو گی وہ ذبح کے وقت ہو گی۔ پس وہ حلت و حرمت کا مدار عند الذبح پر رکھتے ہیں نہ کہ امر باطن پر۔ اور اس میں بو غیر محدود مصالح

---

[1] رد المحتار۔ کتاب الذبائح (مطبع مصطفیٰ البابی مصر) ۲۱۷/۵

ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے خلاف میں جس قدر مفاسد ہیں وہ بھی حد حصر و شمار سے خارج ہیں۔

فقہاء کرام کا یہ مسلک اس پر مبنی ہے کہ "مدار الاحکام علی الظاھر" (احکام کا دارومدار ظاہر پر ہے) البتہ ظاہر میں وسعت دیتے ہیں خواہ وہ قول ہو یا فعل۔ اُن کے نزدیک ذبیحۂ حرام کی کل دو صورتیں ہیں اور جن کی تصریح نص قرآنی میں آچکی ہے۔

اوّل : مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

ثانی : مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ "یعنی جو جانور بتوں کے نزدیک ذبح کیا جاوے"

پہلی صورت میں قول ہے اور دوسری میں فعل۔ یعنی ایسا فعل جو اپنی ہیئاۃ کذائیہ سے غیر اللہ کی تعظیم کا منظر پیش کر رہا ہو۔ اس صورت میں فقہاء نیت تو کیا قول تک کا اعتبار نہیں کرتے کہ فعل کا درجہ قول سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

بتوں کے سامنے جانور کا ذبح کرنا ایسا فعل ہے جس سے بتوں کی بغایت تعظیم سمجھی جاتی ہے اور یہی غایت تعظیم شرع میں عبادت قرار دی گئی ہے۔ پس جبکہ صراحۃً بتوں کی عبادت کا منظر سامنے آگیا تو اب دل میں اللہ کے لئے عبادت کی نیت کرنا یا اس کی نذر کرنا حتیٰ کہ زبان تک سے اللہ کا نام لینا اس منظر شنیع کا کیا تدارک کر سکتا ہے؟ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی انہوں نے اپنے فعل و کردار سے توہین کر دی۔ محض نیت و ذکر سے اس نقصان کا کیا جبر ہو سکتا ہے بلکہ ایسی حالت میں خدائے تعالیٰ کے عبادت کی نیت اور اس کا ذکر خدائے تعالیٰ کے ساتھ ایک مذاق ہے اور اس کا درجہ بُت سے بھی پست کرنا ہے کہ فعل کا (جو ظاہر و محسوس ہے) تعلق بُت کے ساتھ اور اندرونی نیت و محض زبانی جمع خرچ اللہ تعالیٰ کے ساتھ، یہ بات کسی طرح شایانِ شان معبودِ حقیقی نہیں ہے۔

ایسی حالت میں خدائے تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کے بعد بھی ذبیحہ حرام قرار پائے گا، جس کے متعلق عقل بھی یہی فیصلہ کرتی ہے اور نص بھی صراحۃً پورے اطلاق کے ساتھ وارد ہو گئی ہے۔ ایسا منظر جہاں متحقق ہو گا فقہاء کرام حرمت ذبیحہ کا حکم صادر فرما دیں گے اور اُسی پورے اطلاق کے ساتھ کہ جس طرح نص میں ہے۔

مَاذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ عام ہے اس سے کہ اس پر نامِ خدا ذکر کیا گیا ہو یا نہ ذکر کیا گیا ہو اس کا حکم نص قرآنی میں یہ ہے کہ "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ"، یعنی ایسا ذبیحہ حرام ہے۔

فقہاء کرام بھی نص کی اتباع کرتے ہوئے اسی کے قائل ہیں اور اس کی تصریح کرتے ہیں کہ ایسی حالت میں نامِ خدا بھی اگر ذکر کر دیا جائے تو ذبیحہ حرام ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ فعل سے ایسا منظر پیش نظر ہو جاوے جو "مَاذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ" کا صحیح مصداق ہو۔

فقہاء کرام کے نزدیک صنم کا انحصار سنگ کی مخصوص صورتوں میں نہیں ہے بلکہ ہر ایک غیر اللہ جس کی تعظیم و پرستش اللہ تعالیٰ کی طرح کی جاوے وہ ان کے نزدیک صنم و نُصُب کا مصداق ہے[1] خواہ وہ کوئی ہو۔ کوئی بادشاہ و امیر ہو یا کوئی قبر ہو۔ وہ کسی کا استثناء نہیں کرتے۔ بنائً علیہ وہ تصریح کرتے ہیں کہ وہ ذبائح حرام ہیں جو قبور کے سامنے[2] ذبح کئے جاویں، نہ اس وجہ سے کہ یہاں کوئی اندرونی نیّت فاسد ہے، یا فاسد نیّت کا پہلے اشتہار ہوا، بلکہ اس وجہ سے حرام قرار دیتے ہیں کہ یہ فعل مشرکین

---

[1] جہاں ان کی عبادت مروّج ہو یا جو قوم ان کی عبادت کرتی ہو اور اس میں معروف ہو۔ ۱۲

[2] بشرطیکہ وہاں علاقہ میں یا ذابحین میں قبروں کی عبادت مروّج ہو ان صورتوں کے بغیر یہ فعل ظاہر منظر پیش نہیں کرتا اور نہ ہی بداہۃً متحقق ہو سکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ مرتد ہیں اور مرتد کا ذبیحہ حرام ہوگا۔ کیونکہ ذبح سے قبل تقرّب لغیر اللہ کے پائے جانے سے ارتداد متحقق ہو جاتا ہے۔ ۱۲

(محمد عبد القیوم قادری ہزاروی)

کے افعال کے ساتھ پوری مشابہت رکھتا ہے اور اس فعل سے بداہتۃً تعظیم قبر سمجھی جاتی ہے ایسی حالت میں اگر ذابحین کی نیت نیک بھی ہو اور وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ذبح کریں اور ساتھ اس کے اللہ تعالیٰ کا نام بھی ذکر کر دیں، تب بھی فقہاء کرام اس ذبیحہ کو حرام قرار دیں گے۔ ذبیحہ کی حلّت و حرمت میں اگر محض نیّت کو دخل ہوتا تو وہ ایسے ذبیحہ کو حلال سمجھتے، حالانکہ تمام فقہی کتابیں ایسے ذبیحہ کی حرمت کا فیصلہ کر رہی ہیں جیساکہ درمختار وغیرہ کی تصریحات ہیں کہ ایسا ذبیحہ عند الذبائح خدائے تعالےٰ کا نام ذکر کرنے پر بھی حرام ہی ہوگا۔ اندرونی نیّت تو بجائے خود رہی، خود محرّمین ذبیحۂ حلال بھی اس ذبیحہ کو حلال نہیں کہتے اگرچہ نیّت، صالح اور نیک ہو اور خاص خدائے تعالیٰ کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔

پس جبکہ نیّت کا یہ حضرات بھی اعتبار نہیں کرتے اور محض قبر پر ذبح ہونے کو علّتِ حُرمت قرار دیتے ہیں تو ان کو کیا حق ہے؟ کہ محض اپنے عقل قیاس کی بناء پر نیّت و نامزدگی کو دخل دے کر ذبیحۂ حلال کو حرام گردانیں۔

اصل یہ ہے کہ بعض افعال، بغیر لحاظِ نیّت ایسے ہیں کہ ان کو شرع مطہّر نے علامتِ تکذیب و انکار قرار دیا ہے جب ان افعال کا صدور ہو جائے گا حکم انکار و تکذیب صادر کر دیا جائے گا۔ گو کہ دل میں حقیقۃً انکار و تکذیب بلکہ شرک سے آلودگی تک نہ ہو۔

شرح عقائد نسفی میں ہے :۔

" فَلَوْ حَصَلَ هٰذَا الْمَعْنٰى (اَيِ التَّصْدِيْقُ الْقَلْبِيُّ) لِبَعْضِ الْكُفَّارِ كَانَ اِطْلَاقُ اِسْمِ الْكَافِرِ عَلَيْهِ مِنْ جِهَةِ اَنَّ عَلَيْهِ شَيْئًا مِّنْ اَمَارَاتِ التَّكْذِيْبِ وَالْاِنْكَارِ كَمَا لَوْ فَرَضْنَا اَنَّ اَحَدًا صَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَقَرَّبِهٖ وَعَمِلَ بِهٖ وَمَعَ ذٰلِكَ شَدَّ الزُّنَّارَ بِالْاِخْتِيَارِ اَوْ سَجَدَ لِلصَّنَمِ بِالْاِخْتِيَارِ نَجْعَلُهٗ كَافِرًا لِمَا اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ ذٰلِكَ عَلَامَةَ التَّكْذِيْبِ وَالْاِنْكَارِ[1]

(ترجمہ) اگر یہ "ایمان" وقلبی تصدیق بعض کافروں کو حاصل ہوجائے تو کافر کا اطلاق اس پر اس وجہ سے ہوگا کہ تکذیب وانکار کے علامات اس میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اگر ہم فرض کریں کہ کسی شخص نے اُن تمام امور کی تصدیق کی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور اُن کی تصدیق واقرار کیا اور ان پر عامل بھی ہوا اور با وصف اس کے اپنے اختیار سے زنّار باندھا اور بت کو سجدہ کیا تو ہم اُس کو کافر قرار دیں گے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امور کو تکذیب و انکار کی علامت قرار دیا ہے۔

دیکھئے! تصدیق قلبی اور نیّت خالصہ صالحہ واقرارِ لسان کوئی چیز ان میں سے اس کے مومن بنانے میں کارآمد نہ ہوئی جبکہ ایسا فعل وہ اختیار کئے ہوئے ہے کہ جو انکار وتکذیب کی علامت ہے۔

اسی طرح عین قدومِ امیر کے وقت جانوروں کا ذبح کرنا ایسا فعل ہے جو بداہتہً اس کی غایتِ تعظیم کا منظر سامنے پیش کردیتا ہے یہ ایسا ہے جیسے کسی رئیس کی آمد پر سلامی کی توپ داغنا، کہ اس قسم کے افعال سے رئیس کی تعظیم ہی سمجھی جائے گی خواہ نیّت کچھ ہی ہو اور تاویل کچھ ہی پیش کی جائے کہ توپ چلانے سے مقصد کھیت

---

[1] شرح العقائد النسفیۃ۔ (بحث الایمان (مطبع شوکت الاسلام، قندھار افغانستان) صفحہ ۱۲

سے گیدڑوں کا دفع کرنا تھا۔ اس قسم کی تاویلات جس طرح یہاں مفید و کارآمد نہیں ہیں۔ اسی طرح قدوم امیر کے وقت عند الذبح خدا کا نام لینا تک اُس ذبیحہ کو حلال نہیں کر سکتا جبکہ ایسا فعل نمودار ہو گیا جو غایتِ تعظیم امیر پر دلالت کر رہا ہے۔ اسی طرح منظرِ تعلیم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فقہائے کرام عام طور پر یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ :۔

" لَوْ ذَبَحَ عِنْدَ قُدُوْمِ الْاَمِيْرِ " یہ کسی نے تحریر نہیں کیا
کہ " لَوْ ذَبَحَ لِلْاَمِيْرِ "

کیونکہ محض امیر کی خاطر جانور ذبح کرنا اور شئے ہے اور اس کے عین استقبال کے وقت اس کے سامنے دھڑا دھڑ جانوروں کا ذبح ہونا وہ منظر پیش کر دیتا ہے جو مشرکین بتوں کے سامنے کیا کرتے تھے اس وجہ سے فقہاء نے اس صورت کو " مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ " کے افراد میں شمار کر کے علی الاطلاق حکمِ حرمت صادر فرمایا۔ یہاں سوال نیّت کا نہیں ہے بلکہ یہاں مدِنظر فعل ہے۔

محرّرین ذبیحۂ حلال کو یہ محسوس فعل نظر نہ آیا اور اس لئے انہوں نے حلّت و حرمت ذبیحہ کے بارے میں نیّت و نامزدگی اختراع فرمائی اور اس بناء پر غیر اللہ کے ساتھ نامزد جانور کو حرام ارشاد فرما گئے، جس پر عند الذبح اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے۔ اور فرمانے لگے کہ یہاں ذکر اللہ بھی مفید نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں یہاں آپ کی نیّت صالح بھی مفید نہیں۔

صورت مسئولہ میں آپ کے زعم کے مطابق حلّت ذبیحہ میں نیّت مؤثر تھی لیکن یہاں نیت بھی مؤثر نہیں ہے ورنہ صاف ارشاد فرما دیجئے کہ ذبح علی المقبور و ذبح عند قدوم الامیر کے وقت اگر نیّت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو وہ ذبیحہ حلال ہے۔ اور اگر ایسا ارشاد فرمانے میں اس وجہ سے تامّل کریں کہ یہاں فعل نے

نیّت وذکر سب کو کالعدم کر دیا ہے تو اس صورت نے آپ کے اس کلیہ کو بھی درہم برہم کر دیا کہ :-

"مدارِ حلّ وحرمتِ ذبیحہ برقصد ونیّتِ ذابح است"

(ذبیحہ کے حلال اور حرام ہونے کا دار و مدار، ذبح کرنے والے کی نیّت پر ہے)

باوصف اس کے یہ آپ حضرات کی معصومیّت ہے کہ درمختار، ملفوظات حضرت مجدّد الف ثانی وغیرہ سے ایسی تصریحات قلمبند فرما گئے جو بجائے آپ کے، اربابِ حق کو مفید ہو گئیں۔ جو کہتے ہیں کہ بعض صورتوں میں مدار قول پر ہے اور بعض میں مدار فعل پر ہے اور اس وجہ سے ذبیحۂ مسئولہ حلال ہے ؎

یہ عذرِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا
میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اس کے علاوہ اس صورت مفروضہ پر غور کیجئے کہ ایک شخص نے خالصًا للہ تعالیٰ ایک جانور ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور عند الذبح سہوًا غیر اللہ کا نام بلند آہنگی کے ساتھ نکل گیا۔ فرمائیے یہ حلال ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے تو نیت کالعدم ہو گئی جو محرّمین ذبیحۂ حلال کے نزدیک مدار حلّت وحرمت تھی۔ دوسرے یہ کہ اہلال بمعنی نیّت ونامزدگی نہ رہا بلکہ بمعنی رفع الصوت رہ گیا جس کے فقہاءِ کرام اور اربابِ حق قائل تھے۔ اور اگر اس کو حلال ارشاد فرماتے ہو (دراں حالیکہ آپ حضرات کے سوا تمام امت محمدیہ کا اتفاق ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ یہ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا مصداق ہے) تو پھر جس طرح ذبیحۂ مسئولہ کو (جو حلال ہے) آپ نے حرام قرار دیدیا ہے اسی طرح اس ذبیحہ کو جو مصداق آیت کریمہ حرام ہے حلال قرار دے لیجئے۔ تاکہ یہ حلّت آپ کی حرمت کا کفارہ ہو جائے۔ اور اگر آپ یہ ارشاد فرما دیں کہ نیت صرف حرام کر سکتی

ہے۔ حلّت میں اس کو دخل نہیں۔ تو پھر آپ کی یہ اصل غلط ہو جائے گی کہ "مدارِ حلّ وحرمتِ ذبیحہ بر قصد ونیّت ذابح است"، اس قسم کی دشواریاں اُن کو پیش آتی ہیں جو جادۂ حق سے منحرف ہو جاتے ہیں۔

فقہاءِ کرام اور ان کے متبعین اربابِ حق کو کوئی مشکل درپیش نہیں۔ ان کے نزدیک ہر دو آیت کریمہ "وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" "وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ" دونوں عام و مطلق ہیں۔ ان ہر دو آیۃ کے ماتحت انہوں نے مدار قول وفعل پر رکھا ہے جب نیّت کا آیت میں ذکر نہیں ہے تو وہ اس کا کیوں لحاظ کرتے؟ اور جب لحاظ نہیں ہے تو نیّت کی مطابقت وعدمِ مطابقت کا سوال ہی درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ اب صرف واقعہ کی صورت حال باقی رہ جاتی ہے اور اس میں کوئی دشواری نہیں۔ اس قول وفعل کی تقسیم پر (کہ جو ہر دو آیت کی بناء پر ہے) تمام خلفشار دور ہو جاتا ہے اور فقہاء کرام کی عبارات میں تناقض باقی نہیں رہتا۔

اسی طرح ایک دوسرا تناقض بھی اٹھ جاتا ہے کہ فقہاء کرام نے نذر غیر اللہ کو حرام قرار دیا ہے ایسا کرنے والے کو ملعون تک لکھا ہے۔ ایسے فعل کو وہ شرک بھی لکھتے ہیں۔ باوصف اس کے اس ذبیحہ کو حلال کہتے ہیں جس میں اللہ کا ذکر ہوا اور لفظ اللہ سے مراد مسیح ہو۔ ان کے نزدیک وہ ذبیحہ بھی حلال ہے جس میں مسلمان اللہ کا نام لینے والا محض آلۂ کار ہو اور نیّت ونذر کافر کی۔ جس کی تصریحات گذر چکی ہیں۔ یہ کیا تناقض وخلط مبحث ہے؟ لیکن اس میں نہ درحقیقت خلط مبحث ہے نہ تناقض۔ البتہ محرّمین ذبیحۂ حلال نے ضرور خلط مبحث کیا ہے اور تناقض ان کے فہم کی بناء پر ہے نہ کہ واقع میں۔

فقہاء کرام فقہاء ہیں وہ فعل اور عین میں فرق کرتے ہیں۔ ذبح اور ذبیحہ کو ایک نہیں سمجھتے۔ ذبح ذابح کا فعل ہے۔ ذبیحہ ذابح کا فعل نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک

عین قائم بالذات ہے۔ ان کے نزدیک ذبیحہ کی حلّت وحرمت اور چیز ہے اور خود ذابح کا فعل غیر اللہ یا اللہ کے لئے ذبح یا نذر للہ یا لغیر اللہ دوسری شے ہے۔

جب ذابح کے فعل سے بحث کریں گے تو اسی کے متعلق احکام ذکر کریں گے اور ذبیحہ کی حلّت وحرمت یا اس کے اکل (کھانے) کی حلّت وحرمت کو نظر انداز کر دیں گے، اسی طرح جب حلّت وحرمتِ ذبیحہ پر قلم اٹھائیں گے تو ان کے پیش نظر صرف ذبیحہ ہو گا۔ فعل ذابح قلم انداز کر دیں گے۔ اس مقام پر عام طور سے الفاظ "یُؤکَلُ" اور "لَایُؤکَلُ" ذکر کرتے ہیں تاکہ یہ ذہن نشین ہو جائے کہ یہاں مقصد صرف اَکلِ ذبیحہ وعدم اَکلِ ذبیحہ ہے۔ فعلِ ذابح سے بحث نہیں کہ وہ حلال ہے یا حرام۔ اس کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کریں گے۔ یا ایک کو قصدی طور پر اور دوسرے کو ضمنی طریق سے ادا کریں گے لیکن دونوں کے احکام میں خلط مبحث نہیں کریں گے اور نہ ایک کا حکم دوسرے کو دیں گے۔

ان کی یہ عادت تمام مسائل میں ہے۔ ایک مسئلہ فقہیہ سے یہ بات ذہن نشین ہو سکتی ہے مثلاً کسی نے کسی دوسرے شخص کی کوئی قیمتی شے غصب کر لی اور بجائے اس شے کے واپس کرنے کے اس کی قیمت ادا کر دی تو فقہاءِ کرام یہ حکم صادر کرتے ہیں کہ غاصب قیمت ادا کرنے کے بعد شئے کا مالک ہو جائے گا۔ ان کے اس فیصلہ میں نکتہ یہ ہے کہ ایک شخص دونوں چیزوں "شے[1] اور قیمتِ[2] شے" کا مالک نہیں ہو سکتا جب مغصوب منہ نے شے کی قیمت لے لی تو بالضرورۃ شے اس کی ملک سے نکل کر غاصب کی مِلک میں آجانا چاہئے۔ ورنہ پھر مغصوب منہ عوض[1] ومعوض[2] عنہ دونوں کا مالک ہو جائے گا۔ اس صورت میں عوض، عوض رہے گا نہ قیمت، قیمت قرار پائے گی۔

ان کے اس فیصلہ سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ غصب کو جائز مانتے ہیں۔ اُن کے

نزدیک غصب بالکل ناجائز وحرام ہے لیکن جب کہ کسی نے یہ ناجائز فعل اختیار کر لیا اور قیمت دیدی اور مغصوب منہ نے قیمت وصول کر لی تو اس کا حکم بیان کرنا ضروری ہے ۔غصب کے ناجائز ہونے سے غاصب کا تملک ناجائز نہیں ہوسکتا۔ غصب کی سزا کا وہ ضرور مستحق ہے لیکن شے کا وہ مالک ہوگیا جبکہ سابق مالک نے اس کی قیمت لے لی ۔ نکاح فاسد، فاسد وحرام ہے لیکن ..... اولاد کا نسب صحیح وثابت مانا جائے گا ۔

نماز، دارِ مغصوبہ میں اگر پورے ارکان کا لحاظ کر کے ادا کی گئی ہے تو وہ صحیح ودرست ہے، اس کی قضا واجب نہیں لیکن ملکِ غیر کو اتنے وقت تک بغیر اس کی اجازت کے اپنے تصرّف میں رکھنا سراسر ناجائز ہے ۔

پس اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ نذر غیر اللہ ناجائز حرام بلکہ شرک ہو لیکن ذبیحہ حلال ہو۔ اسی طرح ذابح کافر ومشرک ہو لیکن ذبیحہ حلال طیب ۔ ذبیحۂ اہل کتاب کو عام فقہاء حلال کہتے ہیں اور اس سے شاید محرّمین ذبیحۂ حلال کو بھی انکار نہ ہوگا حالانکہ ذابح کافر ہے ۔ پس ذابح کے کفر اور مشرکانہ نیّت کا اثر خود اس کی ذات پر ہوگا نہ کہ ذبیحہ پر۔

یہ حضرات یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ فعل ذابح جبکہ ناجائز حرام ہے تو ذبیحہ کو بھی ناجائز وحرام ہونا چاہئے۔ اسی وجہ سے ذبیحہ کی حرمت کے سلسلہ میں نذر غیر اللہ اور تقرّب لغیر اللہ کی حرمت کی تصریحات بے دلیل بے تکان نقل کرتے گئے ہیں ۔ حالانکہ ان افعال کو اربابِ حق بھی ناجائز وحرام بلکہ شرک کہتے ہیں۔ یہ درحقیقت ان حضرات کی سادہ لوحی وفقدانِ تمیز ہے ورنہ ایسا کون ہے جو تقرّب لغیر اللہ کو جائز قرار دیتا ہو؟

لُطف یہ کہ سوال ذبیحہ کی حلّت وحُرمت کے متعلق تھا اور یہ ذابح کے افعال کے متعلق جواب دے رہے ہیں۔ رسمِ افتاء سے بھی یہ حضرات ناواقف ہیں۔ ان کے نزدیک صحتِ افعال اور ان کی مقبولیّت میں بھی فرق نہیں۔ ریاکاری کی نماز مقبول نہیں اس کو فقہاء وصوفیہ نے شرک خفی سے تعبیر کیا ہے باوصف اس کے اگر

ارکان پورے طور پر ادا کئے گئے ہیں تو نماز صحیح ہے اس کا اعادہ واجب نہیں۔ فقہاء صحتِ نماز کا حکم دیں گے اور اس کو واجب الاعادہ نہ کہیں گے۔ رہی اُس کی نماز کی قبولیت وہ امر آخر ہے اس سے جب سوال ہوگا تو اس کا بھی یہی جواب ہوگا کہ ایسی نماز مقبول نہیں۔

پس فعل ذبح کا مقبول ہونا، یا مردود ہونا اور چیز ہے اور ذبیحہ کا قابلِ اکل ہونا یا نہ ہونا شیٔ دیگر ہے۔ اسی طرح نیّت کا اثر فعل ذبح پر ہوگا نہ کہ ذبیحہ پر۔ نیّت اگر مؤثر بھی ہوتی ہے تو افعال میں نہ کہ اعیان میں کہ زندہ بکری کو سگ و خوک بنادے۔ قبیح نیّت سے افعال میں ضرور قُبح پیدا ہوجائے گا نہ یہ کہ حیوانات کے "جون" بدلنے میں اس کو دخل ہوگا۔

نیّت کی اس تاثیر کو اربابِ حق مانتے ہیں لیکن ذبح میں نہ کہ ذبیحہ میں کہ یہ خلاف نص قرآنی ہے۔ محرّمین ذبیحۂ حلال کے طور پر تو صرف خالص مسلم کا ذبیحہ حلال ہے جو ظاہرًا اور باطناً مسلم ہو اور ذبح کے وقت نہیں بلکہ خریداری کے وقت اس کی نیت خالص لوجہہ الکریم ہو اور ذبح بالکل جائز ہو۔ گویا ذبح، ذابح و ذبیحہ حُسن و قُبح و حِلّت و حُرمت میں متلازم ہیں اس طور پر کہ ذبائح اہل کتاب و منافقین سب ناجائز ہوں گے۔ حالانکہ منافقین کے ذبائح عہد اقدس میں عام طور پر کھائے جاتے تھے اور اہل کتاب کے ذبائح کی حلّت کا انکار محرّمین ذبیحۂ حلال کو بھی نہ ہوگا۔

اور جب یہاں تک تنزّل اختیار کیا جاسکتا ہے تو محض ان عبارات کے لانے سے کیا فائدہ؟ جس میں تقرّب لغیر اللہ کو شرک اور ایسے تقرّب کرنے والے کو مرتد اور کافر قرار دیا گیا ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ بیشک وہ کافر ہے مرتد[1] ہے۔ لیکن اس

---

[1] اگر ذبح کرنے والا مرتد ہو تو اللہ کے نام سے ذبح کرے تب بھی ذبیحہ حرام ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں رہا۔ ۱۲ محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی

سے ذبیحہ کے اکل وعدم اکل کا کوئی علم نہ ہوا۔ نہ ان میں اس کی کوئی صراحت ہے۔ صرف فعل ذابح کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ اب رہا مسئلۂ اکل، اس کا جواب تشریح طلب ہوگا کہ غیر اللہ کا نام عند الذبح لیا گیا ہے تو حرام۔ اور اگر اللہ کا نام لیا ہے تو حلال۔ رہا ذابح کا ارتداد وکفر اور اس کے ذبح کی مقبولیت ومردودیت یہ امر آخر ہے۔ اس سے سوال قیامت میں ہو جائے گا۔

ع محتسب را درونِ خانہ چہ کار

اس سے معلوم ہوا کہ منطق وفلسفہ سے جاہل ہونا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ شریعتِ حقّہ سے واقفیّت کمال ہے۔ اگر یہ کمال حاصل ہے تو اس قسم کی بدتمیزیاں ظاہر نہ ہوں گی۔ لیکن اگر علمِ دین کی واقفیّت نہیں ہے تو محض منطق وفلسفہ سے جاہل ہونا کیا کام دے سکتا ہے ؟

یہ واضح رہے کہ جس طرح حرام ذبیحہ کو حلال قرار دینا قبیح وبُرا ہے اسی طرح ذبیحۂ حلال کو محض اپنی رائے سے حرام قرار دینا بھی قبیح ہے۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ

اِن سا نہیں انسان وہ اِنسان ہیں یہ

قرآن تو اِیمان بتاتا ہے انہیں

اِیمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

(امام احمد رضا بریلوی)

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ

ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں

ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

(امام احمد رضا بریلوی)